ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

24

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
32واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

یکم تا7ذوالحجہ 1444ھ/20 تا26جون2023ء

قربانی کی اصل روح

ہر چیز کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن' مثلاً نماز کا ایک ظاہر ہے یعنی قیام ہے' رکوع ہے' سجود ہے' قعدہ ہے۔ یہ ایک خول اور ڈھانچہ ہے۔ اس کا ایک باطن ہے' یعنی توجہ اور رجوع الی اللہ' خشوع وخضوع' بارگاہِ رب میں حضوری کا شعور وادراک' انابت' محبت الٰہی..... نماز کی اصل روح اور جان تو یہی چیزیں ہیں۔ اس طرح جانور کو ذبح کرنا اور قربانی دینا ایک ظاہری عمل ہے۔ یہ ایک خول ہے۔ اس کا ایک باطن بھی ہے اور وہ ''تقویٰ'' ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کی سورۃ الحج میں قربانی کے حکم کے ساتھ (آیت:37 میں) متنبہ کر دیا گیا کہ:

''اللہ تک نہیں پہنچتا ان قربانیوں کا گوشت اور ان کا خون' ہاں اس تک رسائی ہے تمہارے تقویٰ کی۔''

اگر تقویٰ اور روحِ تقویٰ موجود نہیں' اگر یہ ارادہ اور عزم نہیں کہ ہم اللہ کی رضا کے لیے مالی وجانی قربانی دینے لیے تیار ہیں تو اللہ کے ہاں کچھ بھی نہیں پہنچے گا۔ یعنی ہمارے نامۂ اعمال میں کسی اجر وثواب کا اندراج نہیں ہوگا۔ گوشت ہم کھالیں گے' کچھ دوست احباب کو بھیج دیں گے' کچھ غرباء کھانے کو لے جائیں گے' کھالیں بھی کوئی جماعت یا دار العلوم والے لے جائیں گے۔ لیکن اللہ تک کچھ نہیں پہنچے گا' اگر وہ روح موجود نہیں ہے..... وہ روح کیا ہے؟ وہ تو امتحان' آزمائش اور ابتلاء ہے' اور اس میں کامیابی کا وہ تسلسل ہے جس سے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری زندگی عبارت ہے۔

ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ہم سوچیں' غور کریں اور اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکیں کہ کیا واقعتاً ہم اللہ کی راہ میں اپنے جذبات واحساسات کی قربانی دے سکتے ہیں؟ کیا واقعتاً ہم اللہ کے دین کی خاطر اپنے وقت کا ایثار کر سکتے ہیں؟ کیا ہم اپنے ذاتی مفادات کو اللہ اور اس کے دین کے لیے قربان کر سکتے ہیں؟ اپنے علائق دنیوی' اپنے رشتے اور اپنی محبتیں اللہ کے دین کی خاطر قربان کر سکتے ہیں؟ اگر ہم یہ سب کر سکتے ہیں تو عیدالاضحیٰ کے موقع پر یہ قربانی بھی نورٌ علیٰ نور ہے..... اور اگر ہم اللہ کے دین کے لیے کوئی ایثار کرنے کے لیے تیار نہیں تو جانوروں کی یہ قربانی ایک خول اور ڈھانچہ ہے جس میں کوئی روح نہیں۔ بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا' تلقینِ غزالی نہ رہی!

عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

ہماری قربانیاں

پاکستان عذابوں کے سائے میں

اردگان کی فتح اور ترکیہ کا مستقبل

ایک جائزاور بروقت مطالبہ

ہمارے نظام تعلیم میں کردار کی کمی

یوگا......ورزش یا عبادت؟

الہدیٰ

ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1040

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پہلا معجزہ

سورۃ النمل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 10، 11

وَ اَلۡقِ عَصَاکَ ؕ فَلَمَّا رَاٰہَا تَہۡتَزُّ کَاَنَّہَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدۡبِرًا وَّ لَمۡ یُعَقِّبۡ ؕ یٰمُوۡسٰی لَا تَخَفۡ ۟ اِنِّیۡ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۱۰﴾ اِلَّا مَنۡ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسۡنًۢا بَعۡدَ سُوۡٓءٍ فَاِنِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۱﴾

آیت: ۱۰ ﴿وَ اَلۡقِ عَصَاکَ ؕ﴾ ’’اور اپنا عصا (زمین پر) ڈال دو۔‘‘

﴿فَلَمَّا رَاٰہَا تَہۡتَزُّ کَاَنَّہَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدۡبِرًا وَّ لَمۡ یُعَقِّبۡ ؕ﴾ ’’تو جب اُس نے اسے حرکت کرتے ہوئے دیکھا گویا وہ سانپ ہو تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگا اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔‘‘

یعنی آپؑ پر شدید خوف طاری ہو گیا۔

﴿یٰمُوۡسٰی لَا تَخَفۡ ۟ اِنِّیۡ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۱۰﴾﴾ ’’(اللہ نے فرمایا:) اے موسیٰ! ڈرو نہیں، میرے حضور رسولوں کے لیے کوئی خوف نہیں ہوتا۔‘‘

آیت: ۱۱ ﴿اِلَّا مَنۡ ظَلَمَ﴾ ’’سوائے اُس کے جس نے کوئی ظلم کیا ہو‘‘

اس استثناء کو بعض مفسرین نے متصل مانا ہے اور بعض نے منقطع۔ متصل ہونے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جس رسول سے کوئی قصور سرزد ہوا ہو اُس پر خوف طاری ہو سکتا ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اُس وقت خوف کا طاری ہو جانا اس خطا کے سبب تھا جو قتل (اگرچہ وہ قتل عمد نہیں تھا، قتل خطا تھا) کی صورت میں ان سے سرزد ہوئی تھی۔ لیکن اس کے برعکس کچھ مفسرین کے نزدیک یہ استثناء منقطع ہے، یعنی یہ الگ جملہ ہے اور اس کا پچھلے جملے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

﴿ثُمَّ بَدَّلَ حُسۡنًۢا بَعۡدَ سُوۡٓءٍ فَاِنِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۱﴾﴾ ’’پھر اُس نے بدل دیا برائی کو نیکی سے، تو یقیناً میں بہت بخشنے والا، بے حد مہربان ہوں۔‘‘

درس حدیث

عیدالاضحیٰ کے دن پسندیدہ ترین عمل

عَنۡ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتۡ، قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((مَا عَمِلَ ابۡنُ اٰدَمَ یَوۡمَ النَّحۡرِ عَمَلًا اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنۡ ھِرَاقَةِ الدَّمِ اِنَّہٗ لَیَاۡتِیۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ بِقُرُوۡنِہَا وَاَشۡعَارِہَا وَاَظۡلَافِہَا وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبۡلَ اَنۡ یَّقَعَ عَلَی الۡاَرۡضِ فَطِیۡبُوۡا بِہَا نَفۡسًا)) (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ کے نزدیک قربانی کے دن بندوں کے تمام اعمال میں پسندیدہ ترین عمل جانور کا خون بہانا ہے اور بندہ قیامت کے دن اپنی قربانی کے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت حاضر ہوگا۔ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے پہلے اللہ کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل کر لیتا ہے، لہٰذا تمہیں چاہیے کہ خوش دلی سے قربانی کرو۔‘‘

تشریح: اس وقت قربانی کی رقم کو فلاحی کاموں میں خرچ کرنے کے حوالے سے کچھ متضاد رویے سامنے آ رہے ہیں جو خلافِ شریعت ہیں۔ سال کے ان مبارک ترین تین دنوں میں ابن آدم کا افضل ترین عمل اللہ کی بارگاہ میں جانور کی قربانی ہے۔

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

یکم تا 7 ذوالحجہ 1444ھ جلد 32
20 تا 26 جون 2023ء شمارہ 24

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہماری قربانیاں

ندائے خلافت کا یہ شمارہ جب قارئین کے ہاتھوں میں ہوگا تو عیدِ قرباں قریب ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ یہ دن ایک ایسے واقعہ کی یاد تازہ کرنے کے لیے مناتی ہے، جس کے بارے میں بلاخوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ انسانی تاریخ میں وقوع پذیر ہونے والے حیران کن اور عظیم ترین واقعات کی جب بھی کوئی فہرست بنائی جائے گی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ عمل، یہ کارنامہ، یہ محیر العقل قدم کہ اپنے رب کے حکم پر، اُس کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لیے اپنے جواں سال بیٹے کی گردن پر چھری چلا دی، یقیناً سرفہرست ہوگا۔ انسانی تاریخ کا یہ ایسا واقعہ ہے کہ ممتحن خود پکار اٹھا کہ بس بس تم کامیاب قرار پائے، تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ اللہ کے آخری نبی محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ قربانی کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔'' ستاسی سال کی عمر میں اولادِ نرینہ کی نعمت سے نوازے جانے والے باپ نے سو سال کی عمر میں اپنے 13 سالہ اکلوتے بیٹے کو اللہ کی راہ میں ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹا دیا۔ انسانی فطرت کو سمجھتے ہوئے اور بیٹے کے لیے باپ کے جذبات کا اندازہ کرتے ہوئے یہ بات آسانی سے کہی جا سکتی ہے کہ کسی بھی باپ کا اپنی جان کو قربان کر دینا، خاص طور پر اس عمر میں، اپنے بیٹے کو قربان کر دینے کی نسبت انتہائی کمتر درجہ کی قربانی ہے۔ حالانکہ ہزاروں سال میں انسان نے یہ جانا اور صحیح جانا کہ اپنی جان سے بڑھ کر کوئی شے عزیز نہیں ہوتی۔

ہمیں یہاں قربانی کے مسائل اور فضائل بیان کرنا مقصود نہیں وہ تو علماء کرام بیان کرتے رہتے ہیں۔ صرف یہ عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر دو اور دو چار کی طرح واضح کر رہا ہے کہ دنیا میں انسان کی عزیز ترین متاع بھی اللہ کے حکم کے مقابلے میں سرے سے کوئی وقعت، کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ وہ اپنی آخری کتاب قرآن مجید فرقانِ حمید میں فرماتا ہے: ''اور ہم نے نہیں پیدا کیا جن وانس کو مگر اپنی بندگی کے لیے۔'' (الذاریات:56) انسان کا مقصدِ پیدائش ہی اللہ تعالیٰ کی بے چون وچرا اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ پھر یہ کہ جو کچھ دنیا میں ہمارے پاس ہے، وہ اُسی کا فضل ہے اور اُسی کا عطا کردہ ہے۔ گویا ہم اُسی کا دیا ہوا، اُسی کے حضور پیش کرتے ہیں اور وہ اپنی رحمت کے صدقے اسے ہماری طرف سے قربانی قرار دے دیتا ہے۔ لیکن آج اُمتِ مسلمہ کی عظیم اکثریت نے اس قربانی کو کیا بنا دیا ہے؟ حلال روزی کے شرعی تقاضوں کو بالائے طاق رکھو، جیسی چاہو حرام خوری کرو، دوسروں کے حقوق پر ڈاکے ڈالتے رہو، رشوت ستانی اور بلیک مارکیٹنگ کا بازار گرم رکھو، بے حیائی کا ارتکاب کرو اور پھر جو چاہو کرتے چلے جاؤ، لیکن عید پر لاکھوں روپے کی مالیت کا عظیم الجثہ جانور قربان کر دو اور پھر اُس سارے اجر و ثواب کا خود کو حقدار سمجھو جس کا ذکر احادیثِ مبارکہ میں کیا گیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی آخری کتاب

میں صاف صاف فرماتا ہے کہ جانور کا گوشت یا خون اُس تک نہیں پہنچتا بلکہ اصلاً تقویٰ درکار ہے۔ یعنی خلوص اور نیک نیتی سے کیا گیا عمل۔ ہم نے انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر قربانی کے فلسفے کو سمجھنے اور جاننے کی کبھی کوشش ہی نہیں کی۔ بچے قربانی کے جانوروں سے دل بہلاتے اور کھیل کود کرتے ہیں اور بڑے گوشت کھانے اور کھلانے کے علاوہ قربانی کا کوئی تصور ہی نہیں رکھتے۔ کوئی نفسانی خواہشات کو قربان کرنے کو تیار نہیں، کوئی اپنے حقوق کی قربانی کرنے کو تیار نہیں۔ کسی کو شریعت کے تقاضے پورے کرنے کی فکر نہیں۔ امیر غریب پر مسلط ہے اور اُس پر ظلم وستم ڈھا رہا ہے اور غریب سر توڑ کوشش کر رہا ہے کہ وہ بھی امیر ہو جائے اور پھر جو کچھ ظلم اُس پر ہو تا رہا وہ اُس سے بھی بڑھ کر کرے۔

انفرادی سطح پر یہ کچھ ہو رہا ہے اور معاشرہ چونکہ افراد سے ہی تشکیل پاتا ہے لہٰذا معاشرے کے لیے الگ طور پر کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ حکمرانوں کا تصور یہ بن چکا ہے کہ حکومت ملنے کا مطلب عیش وعشرت کا حصول اور ملکی وسائل کی لوٹ کھسوٹ ہے۔ اُنہیں نہ عوام کی صحت کی فکر ہے اور نہ تعلیم وتربیت سے مطلب ہے۔ حکومت دن رات کرسی بچانے کی فکر میں رہتی ہے اور اپوزیشن سے تعلق رکھنے والے سیاست دان حکومت مخالف نت نئی تحریکیں اٹھانے کے علاوہ کچھ کرنے کو تیار نہیں۔ ریاستی اداروں کی حالت مختلف نہیں۔ ہم اداروں کی کارکردگی پر کئی صفحات سیاہ کر سکتے ہیں لیکن بقول سابق برطانوی وزیراعظم چرچل، انصاف کی فراہمی ریاستی سلامتی اور تحفظ کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ یعنی وہی ریاست سلامت اور محفوظ رہتی ہے جس میں عدل قائم ہو۔ لہٰذا ہم صرف اپنے عدالتی نظام کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہیں گے۔ اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ توہین عدالت کا عصا اژدھا بن کر ہمارے اس معصوم سے جریدے کو ہڑپ کر سکتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارا عدالتی نظام ہماری اشرافیہ کی چوکھٹ پر سربسجود رہتا ہے۔ یہ انصاف غریب کی رسائی سے کوسوں دور ہے۔ ہمارا قانون آنکھیں رکھتا ہے۔ یہ طاقتور کے سامنے کورنش بجا لاتا ہے اور کمزور پر کوڑا بن کر برستا ہے۔ ہماری عدلیہ کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں۔ یہ عدالتی نظام وردی سے خوفزدہ ہو کر عوامی وزیراعظم کو پھانسی لگا دیتا ہے۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ اسے عدالتی قتل بھی تسلیم کر لیا جاتا ہے اور کسی ''طاقتور'' کے خلاف کسی صورت کچھ کرنے کو تیار نہیں ہوتا، چاہے آئین اور قانون ملیامیٹ کر دیا جائے۔ بہرحال یہ تو ہم نے قارئین کو تاریخ کی چیخ سنوائی ہے اور تاریخ کی چیخ و پکار کبھی نہیں رکتی، چاہے مائی لارڈ کتنے ہی زوردار انداز سے ہتھوڑا امیز پر مارتے رہیں۔

نجی اور احتجاجی سطح پر اس پس منظر میں کہ دھن اور دھاندلی کا معاشرے میں تسلط ہو تو قربانی کے لیے مطلوب تقویٰ ناپید ہوگا اور اخلاص اور نیک نیتی کہاں سے آئے گی؟ اگرچہ ہمارا ایمان ہے کہ کم ازکم مسلم معاشرہ کبھی بھی ایسے صالح لوگوں سے مکمل طور پر خالی نہیں ہوتا جن سے اللہ راضی ہوتا ہے اور جو اللہ سے راضی ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان انگلیوں پر شمار کیے جانے والے صالحین نے ہی اس خستہ ریاست کو کندھا دے کر گرنے سے بچایا ہوا ہے۔ لیکن قوم کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اتنے کم لوگ اتنی بڑی قوم کو سہارا دے کر کب تک کھڑا رکھ سکیں گے؟ مسلمانانِ پاکستان کو کچھ کرنا ہوگا۔ اس سے پہلے کہ ان صالحین کے کندھے جواب دے جائیں۔ کرنے کا اصل کام یہی ہے کہ قربانی کے جانور کی گردن پر چھری پھیرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ناجائز خواہشات پر بھی چھری چلائیں۔ اپنے نفس کو قابو کریں۔ پھر یہ کہ ذاتی طور پر اللہ اور رسولؐ کی فرمانبرداری اختیار کریں اور اجتماعی سطح پر نظام عدل وقسط قائم کرنے کی جدوجہد کریں۔ اگرچہ بُرائی کو دل سے بُرا جاننا بھی کسی درجہ میں ایمان کی موجودگی کا ثبوت ہے، لیکن ہمارا قومی جسد جتنے خوفناک عوارض کا شکار ہو چکا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ اس سے آگے بڑھ کر کم ازکم زبان سے بُرائی کے خلاف جہاد شروع کریں۔ آج کا دور زبان درازی کا دور ہے۔ سیکولر میڈیا کی گزگز لمبی زبانیں بے خدائی اور بے حیائی کے بیج بو رہی ہیں۔ انہیں جواب دینا ہوگا، لیکن شائستگی کے ساتھ، حکمت کے ساتھ! اللہ رب العزت سے مدد طلب کرتے ہوئے، اس دعا کے ساتھ کہ جلد وہ وقت آئے کہ ہم اللہ اور دین کے دشمنوں کا ہاتھ سے مقابلہ کر سکیں۔ پھر وہ نظام قائم ہوگا جس میں اکثریت متقین کی ہوگی اور اُن کی قربانی اخلاص اور نیک نیتی کی بنیاد پر ہوگی، جسے اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت بخشے گا۔ ان شاء اللہ!

ہماری مسلمانانِ پاکستان سے درخواست ہے کہ وہ جانوروں کی قربانی ضرور کریں کہ یہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم سنت ہے، یہ ربّ ذوالجلال کے پاک اور مقدس گھر کے معمار باپ بیٹا کی سنت ہے، یہ اُس عظیم ہستی کی سنت ہے جس کے پاک وجود نے آتش کدہ کو گلشن بنا دیا، لیکن یاد رکھیں کہ نیک نیتی اور تقویٰ یعنی عمل صالح قربانی کی بنیادی شرط ہے۔ اللہ ربّ العزت ہماری صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی فرمائے اور ہماری قربانیاں قبول فرمائے۔ آمین!

پاکستان: عذابوں کے سائے میں

اسباب، وجوہات اور حل

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی، کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 09 جون 2023ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مختلف پیرایوں میں گزشتہ اقوام کا تذکرہ فرمایا اور ان اقوام میں جو بگاڑ پیدا ہوا جس کے نتیجے میں اللہ کے عذاب ان پر نازل ہوئے اس کا تذکرہ بھی کیا۔ ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون عذاب کو بھی مختلف پیرایوں میں بیان کیا۔ قرآن حکیم تاریخ کی کتاب نہیں ہے بلکہ کتاب ہدایت ہے۔ چنانچہ ان واقعات کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ ہر دور کا قرآن حکیم کو پڑھنے والا عبرت حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ مملکت خداداد پاکستان کے موجودہ حالات سے ہر کوئی اچھی طرح واقف ہے اور ہر کوئی تبصرہ بھی کر رہا ہے۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ اکثر تبصرے مادہ پرستانہ نقطۂ نظر کے تحت ہوتے ہیں۔ جبکہ ایک مسلمان کا وطیرہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ وحی کی آنکھ سے ان حالات کو دیکھنے اور ان کا تجزیہ کرنے کی کوشش کرے۔ یعنی قرآن سے بھی معلوم کرے اور اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیم سے بھی معلوم کرے اور اس کے بعد اپنے اعمال کی اصلاح کی کوشش بھی کرے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ وحی الٰہی اور رسول اللہ ﷺ کی مبارک احادیث کی روشنی میں غور و فکر اور احساس زیاں بیدار کرنے کی دعوت دیا کرتے تھے اور ساتھ ساتھ سیاسی تبصرے بھی کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی تسلسل میں آج ہم ان شاء اللہ قرآن مجید کے چند مقامات سے کچھ آیات کا مطالعہ کریں گے۔ پہلا مقام سورۃ الانعام کی آیت نمبر 65 ہے۔ فرمایا:

”کہہ دیجیے کہ وہ قادر ہے اس پر کہ تم پر بھیج دے کوئی عذاب تمہارے اوپر سے' یا تمہارے قدموں کے نیچے سے' یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر دے اور ایک کی طاقت کا مزا دوسرے کو چکھائے۔ دیکھو کس کس طرح ہم اپنی آیات کی تصریف کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھیں۔“

تصریف آیات کا مطلب ہے مختلف پیرایوں میں بیان کرنا تاکہ بات واضح ہو۔ پچھلی قوموں کے حالات و واقعات کا بیان عبرت، سبق آموزی اور یاددہانی کے لیے ہے۔ بہرحال یہاں پر عذاب کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

اوپر سے عذاب

پچھلی اقوام پر بھی یہ عذاب آیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم معاشرت کے اعتبار سے گندے طرز عمل میں مبتلا ہوئی۔ آج کی ترقی یافتہ قوموں نے اس کو قانون کا درجہ دے دیا اور یو این او کے چارٹر پر سائن کروا کر مسلمان

مرتب: ابو ابراهیم

ممالک کو بھی اس راستے پر لگا رکھا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ عبرت کے طور پر کیا۔ اس قوم پر طرح طرح کے عذاب آئے۔ ان کو اندھا کیا گیا، ان کی بستی کو اوپر لے جا کر پٹخ دیا گیا اور پھر ان پر پتھر برسائے گئے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ط﴾ (ھود:83) ”وہ نشان زدہ تھے تمہارے رب کی طرف سے۔“

یعنی کس پتھر نے کس مجرم کو ہلاک کرنا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے تھا۔ یہ اوپر سے عذاب کی ایک مثال ہے۔ اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم شرک میں مبتلا تھی۔ اس قوم کے سرداروں نے رسول کی نافرمانی کی، مذاق اڑایا، اور رسولؑ کی دعوت کو رد کیا تو اللہ تعالیٰ نے اوپر سے شدید بارش برسا کر اور زمین کے نیچے سے چشموں کو جاری کر کے ان پر عذاب کو مسلط کیا اور وہ ہلاک کر دیے گئے۔ اسی طرح سورۃ الفیل ہم سب کو یاد ہے۔ جس میں ابرہہ اللہ تعالیٰ کے گھر بیت اللہ شریف کو گرانے کے لیے ہاتھیوں کا لشکر لایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندے بھیجے جنہوں نے ان پر چھوٹی چھوٹی کنکریاں برسائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ ۝٥﴾ (الفیل) ”پھر اُس نے کر دیا ان کو کھائے ہوئے بھس کی طرح۔“ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہفتے بھر آندھی چلا کر ایک قوم کو ہلاک و برباد کر ڈالا۔

نیچے سے عذاب

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر اوپر سے بھی پانی برسایا گیا اور زمین کے نیچے سے بھی پانی ابل پڑا تھا اور کشتی میں ایمان والوں کو بچا لیا گیا تھا۔ فرعون اور آل فرعون کو غرق کیا گیا۔ ہر دور کا طاقتور سمجھتا ہے میں طاقتور ہوں ہر دور کا جابر ظالم سمجھتا ہے کہ میری کرسی مضبوط ہے اللہ نے فرعون کی لاش کو محفوظ کر دیا۔ ارشاد ہوتا ہے: ﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ط﴾ (یونس:92) ”تو آج ہم تمہارے بدن کو بچائیں گے تاکہ تُو اپنے بعد والوں کے لیے ایک نشانی بنا رہے۔“

اس نے رب اعلیٰ ہونے کا دعویٰ کیا تھا، یہ میرے محلات، یہ میری نہریں، موسیٰ کے پاس کچھ نہیں، میرے پاس طاقت، اقتدار، فوجیں، اختیار سب کچھ ہے۔ آج والے بھی تو اسی گھمنڈ اور زعم میں مبتلا ہیں، چاہے غیروں میں ہوں یا اپنوں میں ہوں۔ فرعون کی لاش کو اللہ تعالیٰ نے اسی لیے محفوظ کیا کہ ہر دور کے فرعون اس سے عبرت حاصل

کریں۔ اسی طرح قارون ایک مادہ پرستانہ سوچ رکھنے والا انسان تھا۔ اللہ تعالیٰ سورۃ القصص کے آٹھویں رکوع میں کہتا ہے کہ اتنے خزانے اس کو ہم نے دیے کہ ان کا ریکارڈ تو بڑی بات، خزانوں کی چابیاں اُٹھانے کے لیے کئی اونٹ درکار تھے۔ قرآن کہتا ہے: ﴿فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ قف﴾ (القصص: 81) ’’تو ہم نے اُسے اور اُس کے محل کو زمین میں دھنسا دیا۔‘‘

یہ دو قسم کے عذاب بیان ہوئے۔ البتہ علماء اور مفسرین نے اس کی مزید تشریح کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اس کی وضاحت فرمائی کہ اوپر سے عذاب یہ بھی ہے کہ اللہ ظالم و جابر حکمرانوں کو مسلط کر دے، ظالم ذمہ داران کو مسلط کردے اور نیچے سے عذاب یہ بھی ہے کہ حکمرانوں کی رعایا نافرمان ہو جائے۔ یہ عذاب گھروں میں بھی آسکتا ہے، کاروباری مقامات پر بھی آسکتا ہے۔ آج عوام بھی حکمرانوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور جب حکمرانوں کے ساتھ ہاتھ ہوتا ہے تو وہ بھی عوام کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ یہ اوپر سے اور نیچے سے عذاب کی قسمیں ہیں۔ چنانچہ اس کی وضاحتیں حضور ﷺ کی احادیث سے ملتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

’’جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے تم پر حکمران، ذمہ داران مسلط کیے جائیں گے۔‘‘ (شعب الایمان)

ایک عربی کا مقولہ معروف ہے، اس کو ہم حدیث کے طور پر بیان کرتے ہیں:

(اعمالکم عمالکم) ’’تمہارے اعمال تمہارے عمال ہیں۔‘‘ تمہارے اعمال اچھے ہوئے تو تمہارے اوپر والے بھی اچھے ہوں گے، تمہارے اعمال بُرے ہوئے تو تمہارے اوپر والے بھی بُرے ہوں گے۔ ایک حدیث میں آتا ہے بہترین حکمران وہ ہیں جن کے لیے تم دعائیں کرو کہ اللہ ان کی زندگی میں برکت دے اور انہیں مزید قوت دے۔ آپ ذرا دل سے پوچھیں۔ آج ہم یہ دعا کرنے کی پوزیشن میں ہیں؟ آج جو لوگ اپوزیشن میں بیٹھے ہوئے ہیں یا جو حکمران ہیں سب نے اس قوم کے ساتھ جو کیا ہے سب کے سامنے ہے۔ اسی طرح اللہ کے پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں: تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں کہ جن کے لیے تم بددعائیں کرو کہ اللہ ان سے ہمیں نجات دلا دے۔

البتہ جیسا کہ آغاز میں ذکر ہوا کہ ہم حالات پر تبصرہ ضرور کرتے ہیں مگر قرآن و حدیث کی روشنی میں تجزیہ نہیں کرتے۔ اس نگاہ سے نہیں دیکھتے کہ ہمارے اعمال کیسے ہیں؟ آج ہمارا اجتماعی کردار کیا ہے۔ استثنا تو ہوسکتا ہے، تہجد گزار پرہیز گار لوگ بھی موجود ہوں گے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے اجتماعی فیصلے لوگوں کے اجتماعی کرتوتوں کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ احادیث کی روشنی میں بیان کرتے تھے کہ ہمارا اجتماعی کردار منافقانہ ہو چکا ہے۔ بخاری شریف میں منافق کی تین نشانیاں بیان ہوئی ہیں اور مسلم شریف میں چار نشانیاں بیان ہوئی ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، جب امانت رکھوائی جائے خیانت کرے اور جھگڑے گا تو گالیاں دے گا۔ آج یہ ہمارا قومی مزاج ہے کہ نہیں؟ ڈاکٹر صاحبؒ فرماتے تھے: آج ہمارے معاشرے میں جو جتنے بڑے عہدے پر ہے وہ اتنا ہی جھوٹا، اتنا ہی خیانت کرنے والا، اتنی ہی وعدہ خلافی کرنے والا اور اتنی ہی گالیاں دینے والا ہے۔ استثنا آٹے میں نمک کے برابر البتہ ہوگا۔ یہ آج ہمارا اجتماعی کردار ہے لہٰذا جیسے ہمارے اعمال ہیں ایسے ہی ہم پر حکمران اور ذمہ داران بھی مسلط کیے جائیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٠﴾﴾ (الشوریٰ) ’’اور تم پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ درحقیقت تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی (اعمال) کے سبب آتی ہے اور (تمہاری خطاؤں میں سے) اکثر کو تو وہ معاف بھی کرتا رہتا ہے۔‘‘

قرآن مجید کا دوسرا مقام جس کا ہم مطالعہ کریں گے وہ سورۃ الروم کی آیت نمبر 41 ہے۔ فرمایا: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا﴾ ’’بحر و بر میں فساد رونما ہو چکا ہے لوگوں کے اعمال کے

پریس ریلیز 16 جون 2023ء

سیاسی اور معاشی استحکام کے لیے سیاسی فریقین اور ریاستی اداروں کا اتفاق ناگزیر ہے

شجاع الدین شیخ

سیاسی اور معاشی استحکام کے لیے سیاسی فریقین اور ریاستی اداروں کا اتفاق ناگزیر ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ اس وقت ملکی صورتِ حال یہ ہے کہ پاکستان معاشی لحاظ سے دیوالیہ ہوا چاہتا ہے اور سیاسی لحاظ سے بدترین انتشار کا شکار ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اس معاملے میں دو رائے نہیں ہوسکتیں کہ ملک کو معاشی بحران سے نجات دلانے کے لیے سیاسی استحکام ناگزیر ہے۔ لیکن سیاسی اختلافات ذاتی دشمنیوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ اس بات کے اعتراف کے باوجود کہ کوئی ایک پارٹی ملک کو اس خوفناک بحران سے نہیں نکال سکتی۔ سیاسی پارٹیوں کی تمام توانائیاں ایک دوسرے کو کچلنے میں ضائع ہورہی ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ سیاسی انتشار کو ختم کرنے کے لیے شفاف اور غیر جانبدار انتخابات کا انعقاد کیا جائے اور جو پارٹی بھی کامیاب ہو، دوسری جماعتیں اور ریاستی ادارے معاشی بحران کو حل کرنے کے لیے اُس سے مکمل تعاون کریں وگرنہ ہاتھیوں کی لڑائی میں گھاس بُری طرح کچلی جائے گی۔ جبکہ عوام پہلے ہی بدترین مہنگائی کے ہاتھوں فاقہ کشی پر مجبور ہو رہے ہیں۔ سرمایہ کاری نہ ہونے سے کارخانے بند ہو رہے ہیں، جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ بے روزگاری کا اژدھا سب کچھ ہڑپ کر جائے گا۔ فریقین ملکی سلامتی کو اپنی انا کی بھینٹ نہ چڑھائیں اور مل بیٹھ کر اس مسئلہ کا حل نکالیں۔ اُنہوں نے کہا کہ مذہبی سیاسی جماعتوں کے لیے ہمارا پیغام یہ ہے کہ وہ ہر طرف سے یکسو ہوکر پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے سردھڑ کی بازی لگا دیں تاکہ پاکستان مضبوط اور مستحکم ہو اور ایک اسلامی فلاحی ریاست بن جائے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

سبب‘ تاکہ وہ انہیں مزہ چکھائے ان کے بعض اعمال کا‘‘

یہ دنیا دارالامتحان ہے دارالجزا نہیں ۔ جزا اور سزا کا عمل تو آخر میں ہی ہوگا البتہ ہمارے بعض اعمال کا مزہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی چکھا دیتا ہے تاکہ ہم نصیحت حاصل کریں اور رجوع کرلیں ۔حکمت یہ ہے کہ لوگوں کے دل نرم ہوں، غلطی کا احساس پیدا ہوجائے اور وہ توبہ کرلیں ۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یورپ اور امریکہ والوں کو کیوں نہیں پکڑتا جو نافرمانیوں میں ڈوب چکے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل ایمان کے لیے اللہ کا قانون کچھ اور ہے اور کفار کے لیے قانون کچھ اور ہے ۔ بن جاؤ پورے کافر اور لے لو دنیا لیکن آخرت میں کافروں کے لیے کچھ بھی بھلا نہیں ہوگا ۔ وہ دنیا میں عیش کرلیں ، آخرت صرف متقین کے لیے ہے۔ بہرحال یہ عذاب کی دو صورتیں بیان ہوئیں ۔ دنیا صرف فزیکل کا زز کو دیکھتی ہے کہ زلزلے اس وجہ سے آتے ہیں، سیلاب فلاں وجہ سے آیا وغیرہ لیکن اللہ کا قرآن کہتا ہے کہ زلزلے تو شعیب علیہ السلام کی قوم پر بھی آئے ، شعلے شعیب علیہ السلام کی قوم پر برسائے گئے، اس لیے کہ وہ ناپ تول میں کمی کیا کرتے تھے ۔یعنی قوموں کے بگاڑ کی وجہ سے بھی عذاب آتے ہیں۔

تیسرا عذاب: گروہوں میں تقسیم

فرمایا:﴿اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ﴾ (الانعام:65) ’’یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر دے اور ایک کی طاقت کا مزا دوسرے کو چکھادے۔‘‘

اب اس بارے میں اللہ کے پیغمبر ﷺ کی چند احادیث کا میں ذکر آپ کے سامنے کروں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے سرخ اور سفید دو خزانے دے دیے گئے سونے اور چاندی کے اور میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لیے سوال کیا کہ وہ ان کو عام قحط سے ہلاک نہ کرے اور یہ کہ ان کے اوپر ان کا ایسا مخالف دشمن مسلط نہ کرے جو ان کو بالکل ختم کردے، تب میرے رب نے فرمایا کہ: میں کوئی تقدیر بنا دیتا ہوں تو مسترد نہیں ہوتی اور میں نے آپ کی امت کے لیے یہ طے کر دیا ہے کہ اس پر ایسا قحط نہیں آئے گا جو پوری اُمت کو مٹادے اور ان پر ایسا دشمن مسلط نہیں ہوگا جو پوری اُمت کو ہلاک کردے ۔ لیکن یہ آپس میں لڑیں گے اور بعض بعض کو قیدی بنائیں گے ۔(مسلم شریف)

ایک اور روایت جامع ترمذی میں اسی تسلسل میں حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ بہت طویل نماز ادا فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ نے ایسی نماز ادا کی جو آپؐ عام طور پر نہیں پڑھتے ۔ (تہجد کا معاملہ الگ ہے) فرمایا کہ ہاں اللہ سے رغبت اور اس سے خوف کی نماز تھی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا۔ اس نے مجھے دو چیزیں عطا فرما دیں اور ایک سے منع فرما دیا۔ میں نے اللہ سے سوال کیا میری (پوری) امت کو قحط میں ہلاک نہ کرنا تو اللہ نے میری دعا قبول فرمائی ۔ میں نے سوال کیا میری امت پر ان کے مخالف کو مسلط نہ کرنا جو ان سب کو ہلاک کردے، اللہ نے میری دعا قبول فرمائی ۔ میں نے سوال کیا کہ میری امت کے بعض بعض سے جنگ نہ کریں تو مجھے اس دعا سے روک دیا گیا۔ یہ اللہ کی مشیت تھی ۔ یہ ہونا تھا کہ امت کے لوگ آپس میں لڑیں گے ، ایک دوسرے کو قتل کریں گے ، قید میں ڈالیں گے اور آج یہ سب کچھ ہمارے سامنے ہو رہا ہے۔ پہلے فرقہ واریت کی وجہ سے قتل و غارت گری ہوتی تھی ۔ پھر لسانیت کی بنیاد پر بوریوں میں بند لاشیں کراچی شہر نے اُٹھائیں ۔ ٹارچر کرنا ، جسموں میں سوراخ کرنا ، کھالیں اُدھیڑنا ، یہ سب اس ملک میں ہوا اور اب یہی کچھ سیاست کے نام پر ہو رہا ہے۔ جس کے ہاتھ میں طاقت ہے وہ دوسرے کو مٹا دینا چاہتا ہے۔ یہ ظلم وزیادتی ، یہ اُٹھانا، غائب کرنا، ٹارچر کرنا، بلیک میلنگ ، یہ سب کرتے ہوئے ہم بھول جاتے ہیں کہ اللہ کو بھی جواب دینا ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ﴾ (الحشر:18) ’’اور ہر جان کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے!‘‘

اللہ نے فرعون کو بھی موقع دیا تھا، نمرود کو بھی ، ابوجہل کو بھی لیکن وہ سب نشان عبرت بن گئے ۔ سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے مہاجروں کی جماعت! پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جب تم ان میں مبتلا ہو گئے تو ان کی سزا تو ملے گی اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ پانچ بُری باتیں تم تک پہنچیں ۔ نمبر ایک جب بھی کسی قوم میں بے حیائی اعلانیہ ہونے لگتی ہے تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے گزرے ہوئے بزرگوں میں نہیں ہوتی تھی ۔ آج پوری دنیا میں آپ دیکھ لیں LGBTQ+ کو تو قانونی تحفظ دیا جا رہا ہے ۔ نکاح کا انکار ہو رہا ہے اور زنا کے راستے کھل رہے ہیں ۔ دوسری طرف کیسی کیسی بیماریاں پھیل رہی ہیں ۔ دوسری بات: جب وہ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں تو ان کو قحط سالی ، روزگار کی تنگی اور بادشاہ کے ظلم کے ذریعے سے سزا دی جاتی ہے۔ آج یہ سب عذاب ہم پر مسلط ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لین دین میں ڈنڈی مارتے ہیں ۔ ریڑھی والے سے لے کر پٹرول پمپ کے مالک تک سب ڈنڈی مارتے ہیں ۔ الا ماشاء اللہ ۔ اوپر کی سطح پر جو کرپشن ہو رہی ہے اس کا تو کوئی حساب ہی نہیں ہے ۔ تیسری بات: جب وہ زکوٰۃ دینا بند کرتے ہیں تو ان سے کی بارش روک لی جاتی ہے اور اگر جانور نہ ہوں تو انہیں کبھی بارش نہ ملے ۔ ہمارے ہاں بڑے بڑے سرمایہ دار ، سیاستدان ، سوسائٹیوں کے مالک کیا سب زکوٰۃ دیتے ہیں؟ نتیجہ یہ ہے کہ وقت پر بارش نہیں ہوتی اور اگر ہوتی بھی ہے تو تباہی لاتی ہے ۔ یہ ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے ۔ چوتھی بات: جب وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا عہد توڑتے ہیں تو ان پر دوسری قوموں میں سے دشمن مسلط کر دیے جاتے ہیں ۔ کبھی انگریز بیٹھ کر ہم پر بادشاہت کر رہا تھا، اب انگریز کے پٹھو بیٹھ کر ہم پر حکمرانی کر رہے ہیں، اوپر سے IMF نے پوری قوم کی کمر توڑ دی ہے ۔ یہ سب عذاب اس وجہ سے ہیں کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کیا ہوا عہد توڑا ۔ ہم نے ملک لیا اللہ سے اس وعدے پر کہ اسلام یہاں نافذ کریں گے، ہم نے آئین میں لکھا کہ حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہوگی لیکن حکم سارے کے سارے امریکہ اور IMF کے مان رہے ہیں ۔ بجلی ، گیس ، پٹرول کے ریٹ بھی خود طے نہیں کر سکتے ، ہمارے بیرونی آقا ہمیں حکم دیتے ہیں ۔ یہ سب ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے ۔ پانچویں بات: جب ان کے امام یعنی حکمران اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان میں آپس کی لڑائی ڈال دیتا ہے۔

یہ اللہ کے فتوے ہیں ۔ آج ہم آپس کی لڑائیاں دیکھ رہے ہیں ۔ ظلم و جور بھی دیکھ رہے ہیں، یہ سب ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے ۔ حل صرف ایک ہے کہ ہم سب توبہ کرلیں، ہمارے حکمران ، سیاستدان ، وردی والے ، ججز ، علماء ، عوام سب سچی توبہ کریں اور اپنے معاملات درست کرلیں ۔ لیکن اصل توبہ اجتماعی توبہ ہوگی ۔ ہم نے جس وعدہ پر ملک لیا اس کو پورا کرنے کی کوشش کریں ۔ جب تک یہ وعدہ پورا نہیں کریں گے اُلٹے لٹک جائیں مسئلے حل نہیں ہو سکتے ۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اللہ تعالیٰ ہمیں سچی پکی انفرادی اور اجتماعی توبہ کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین یارب العالمین! ۞۞۞

رجب طیب اردگان نے بہترین حکمت عملی کے ساتھ ترکیہ میں اسلامی نقطہ نظر رکھنے والوں کی پذیرائی کی اور ملک کو بحرانوں سے نکالا: ڈاکٹر عطاء الرحمان عارف

موجودہ عالمی حالات اور خطے کی صورتحال میں ترکیہ کا انتہائی اہم رول ہمیں نظر آتا ہے۔ اس لیے مستحکم ترکی اُمت مسلمہ کے لیے ناگزیر ہے: رضاء الحق

رجب طیب اردگان کا ایک ویژن تھا جس کے لیے انہوں نے جدوجہد کی اور اس کے نتیجہ میں ترکیہ کو استحکام ملا: ڈاکٹر محمد عارف صدیقی

اردگان کی فتح اور ترکیہ کا مستقبل کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: طیب اردگان کا مسلسل تیسری مرتبہ صدارتی انتخابات جیت کر اقتدار میں آنا ترکیہ اور عالم اسلام کے لیے کتنی اہمیت کا حامل ہے؟

رضاء الحق: رجب طیب اردگان 1994ء میں استنبول کے میئر منتخب ہوئے تھے۔ اس کے بعد 2003ء سے 2014ء تک وزیر اعظم کے عہدے پر فائز رہے۔ 2014ء میں یہ پہلی بار ترکیہ کے صدر منتخب ہوئے، 2018ء میں دوسری مرتبہ اور اب 2023ء میں رن آف الیکشن کے بعد 52 فیصد ووٹ لے کر تیسری مرتبہ ترکیہ کے صدر منتخب ہوئے ہیں۔ طیب اردگان کو اپنے دور صدارت میں بہت سارے چیلنجز کا سامنا رہا۔ جیسا کہ 2015ء میں ان کے خلاف بغاوت کی کوشش کی گئی۔ اس بغاوت میں اسٹیبلشمنٹ کا ایک حصہ ملوث تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس کے پیچھے فتح اللہ گولن کا ہاتھ تھا جس کو عوام نے ناکام بنا دیا۔ اسی طرح ترکیہ کو معاشی چیلنجز کا بھی سامنا تھا۔ دو تین سال پہلے ترکیہ کی کرنسی ڈالر کے مقابلے میں اتنی گر گئی کہ قطر کو تقریباً 15 بلین ڈالرز کا بیل آوٹ پیکج دینا پڑا۔ اس کے علاوہ ترکیہ پر امریکی پابندیاں بھی ایک بڑا چیلنج تھیں جس سے ترکیہ کی سٹیل کی ایکسپورٹ متاثر ہوئی۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ طیب اردگان نے بہتر پالیسیوں کی بدولت ترکیہ کو اس مشکل صورتحال سے نکالا۔ خاص طور پر ایسی صورتحال میں عالمی سرمایہ دارانہ نظام کا اصول ہے کہ شرح سود بڑھائی جاتی ہے لیکن طیب اردگان نے اسے بڑھانے کی بجائے مزید کم کر دیا۔ اس سے ترکیہ کو خاطر خواہ فائدہ ہوا۔ البتہ ایک فطری بات ہے کہ اگر کوئی طویل عرصہ تک حکمران رہتا ہے تو اس کی مقبولیت میں تھوڑی کمی ضرور آتی ہے جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ 2019ء کے میئر کے انتخابات میں طیب اردگان کی جسٹس پارٹی کو استنبول، انقرہ اور ازمیر میں شکست ہوئی۔ پھر یہ کہ علاقائی اور بین الاقوامی ایشوز میں بھی مخالف قوتوں نے ترکیہ کو نشانہ بنانے کی کوشش کی جیسا کہ کردوں کا مسئلہ ہو یا شام کا مسئلہ ہو۔ لیکن طیب اردگان نے ان مسائل سے نمٹنے میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اب سعودی عرب اور ایران ایک دوسرے کے قریب آرہے ہیں اس وجہ سے بھی ترکیہ کے لیے مستقبل میں ایک موقع میسر آئے گا۔ اس کے علاوہ روس اور یورپی یونین کی جنگ بھی ایک بڑا ایشو ہے۔ اس جنگ میں فریقین ترکیہ کو اپنی اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ روس کے ساتھ ترکیہ کا تنازعہ بھی بہت پرانا ہے۔ خاص طور پر جب سلطنت عثمانیہ قائم ہوئی تھی تو انہوں نے بازنطینیوں کو استنبول سے نکال دیا تھا اور مشرقی آرتھوڈاکس نے اپنا دارالحکومت استنبول سے ماسکو میں منتقل کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ ترکیہ کا یونان کے ساتھ بھی قبرص کے معاملہ پر تنازعہ چل رہا ہے۔ پھر طیب اردگان کو اندرونی طور پر بھی ایک مضبوط اپوزیشن کا سامنا ہے۔ یہاں تک کہ ترکیہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ صدارتی انتخابات میں رن آف کا معاملہ کرنا پڑا کیونکہ پہلے مرحلے میں طیب اردگان کو مناسب اکثریت نہیں مل سکی تھی۔ یعنی طیب اردگان کو اندرونی اور بیرونی دونوں سطح پر بڑے چیلنجز کا سامنا ہے۔ جب ہم خطے کے حالات اور عالمی حالات کو دیکھتے ہیں تو ترکیہ کا انتہائی اہم رول ہمیں نظر آتا ہے۔ اس لیے مستحکم ترکیہ اُمت مسلمہ کے لیے ناگزیر ہے۔

ڈاکٹر عطاء الرحمان عارف: رجب طیب اردگان کے ووٹرز نے عالمی میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ طیب اردگان کے بیس سالہ دور اقتدار میں ترکیہ بہت حد تک بدل گیا ہے اور بہت کچھ بہتر ہوا ہے۔ اس کے پیچھے طیب اردگان کی بہتر معاشی پالیسیاں ہیں۔ ایک دور وہ تھا کہ ترکیہ کی کرنسی کی ویلیو بالکل ختم ہو چکی تھی۔ طیب اردگان نے اس کو دوبارہ استحکام دیا۔ اسی طرح ایک خاتون نے کہا کہ وہ حجاب پہنتی ہے اور پہننا چاہتی ہے اور اس کی وجہ طیب اردگان ہے کہ اس نے اسلام کے قریب کیا۔ البتہ طیب اردگان کے مخالفین میں زیادہ تر انتہا پسند ہیں جن میں سے کچھ نے کہا کہ اگر ہم کامیاب نہ ہوئے تو ہم ترکیہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ بہرحال طیب اردگان کی پالیسیوں کا ایک اثر ہے جو نظر آتا ہے۔ اس میں باقی عالم اسلام کے حکمرانوں کے لیے بھی سبق ہے۔ ترکیہ میں جب حالیہ زلزلہ آیا تو طیب اردگان نے اپنی جائیداد فروخت کر کے ساری رقم زلزلہ زدگان کے لیے وقف کر دی۔ تاہم ایسا لگتا ہے کہ مغرب اور امریکہ طیب اردگان کے خلاف ہیں۔ وہ بالکل نہیں چاہتے تھے کہ طیب اردگان دوبارہ ترکیہ کے صدر منتخب ہوں۔ لیکن طیب اردگان نے اپنی الیکشن مہم میں بہت بڑے بڑے جلسے کیے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مقبولیت ابھی بھی موجود ہے۔ ان کی جیت پر عالم اسلام میں جشن منائے گئے۔ امیر قطر شیخ تمیم، افغانستان کے ملا محمد حسن اخوند اور آذربائیجان، ہنگری اور لیبیا کے حکام نے ان کی جیت پر خوشی کا اظہار کیا۔ سب سے بڑا جشن فلسطین میں منایا گیا۔ حالانکہ اسرائیل

کے ساتھ ترکیہ کے سفارتی اور تجارتی تعلقات ہیں لیکن اس کے باوجود اردگان نے ہمیشہ فلسطینیوں کے لیے آواز اُٹھائی ہے، اسی طرح انہوں نے کشمیر کے حق میں بھی ہمیشہ آواز اُٹھائی ہے۔ یو این او میں ان کی جتنی بھی تقاریر ہیں ان میں انہوں نے فلسطین اور کشمیر کا ذکر ضرور کیا ہے۔ بہرحال عالم اسلام کو طیب اردگان سے بہت سی اُمیدیں وابستہ ہیں۔

سوال: طیب اردگان اور ان کی جماعت کا اسلام کی احیائی تحریکوں سے کوئی تعلق جڑتا ہے اور کیا ترکیہ دورِ حاضر کی ماڈرن اسلامک سٹیٹ بن سکتی ہے؟

ڈاکٹر عطاء الرحمان عارف: اسلام کی احیائی تحریک سے ان کا تعلق بالکل جڑتا ہے۔ اگر ہم ماضی میں تھوڑا پیچھے جائیں تو ترکیہ میں سعید نورسی کی تحریک بڑی مقبول تھی۔ سعید نورسی نے توحید کی بنیاد پر تحریک کا آغاز اس وقت کیا جب ترکیہ پر یورپی اثرات بہت زیادہ تھے، اور بہت زیادہ مخالفت بھی تھی۔ سیکولر تحریکیں بھی اپنے زوروں پر تھیں۔ اس دوران میں قرآن مجید کی تعلیمات کو پھیلانا آسان نہیں تھا، وہ گرفتار بھی ہوئے لیکن انہوں نے اپنا کام نہیں چھوڑا۔ وہ جیلوں میں بیٹھ کر لکھتے تھے، رسالہ نور کے نام سے انہوں نے بارہ کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی تحریک کا مقصد خلافت کا احیاء تھا۔ سعید نورسی نے کمال اتا ترک کے زمانہ میں اسمبلی میں کھڑے ہو کر خطاب کیا جس میں انہوں نے قرآن کی بات کی اور خلافت کے احیاء کی بات کی جس کے بعد ان پر پابندی لگا دی گئی۔ پھر ان کی وفات کے بعد ان کے شاگردوں نے اس تحریک کو آگے بڑھایا۔ عدنان مندریس کا تعلق بھی سعید نورسی کی تحریک سے تھا۔ ان کو بغاوت کے جرم میں پھانسی دے دی گئی۔ اس کے بعد نجم الدین اربکان کا دور ہے۔ نجم الدین اربکان نے سعید نورسی کی تحریک سے متاثر ہو کر پہلے نیشنل وائس پارٹی بنائی جس پر پابندی لگا دی گئی کیونکہ ترکیہ کے آئین میں کوئی مذہبی پارٹی نہیں بن سکتی تھی۔ پھر انہوں نے نیشنل سالویشن پارٹی بنائی اس پر بھی پابندی لگا دی گئی پھر انہوں نے رفاہ پارٹی بنائی اور حکومت میں شامل ہوئے۔ 1995ء میں وہ وزیراعظم بنے لیکن ایک سال بعد ہی ان کو ہٹا دیا گیا۔ نجم الدین اربکان کے دو شاگرد ہوئے۔ ایک فتح اللہ گولن اور دوسرے رجب طیب اردگان۔ ان دونوں نے محسوس کیا کہ اگر احیائی تحریک کو ہمیں آگے بڑھانا ہے تو ہمیں مختلف راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ لہٰذا طیب اردگان نے خدمت کا راستہ اختیار کیا۔ وہ 1994ء میں استنبول کے میئر منتخب ہوئے اور خدمت کا سلسلہ شروع کیا۔ فتح اللہ گولن نے تبدیلی بذریعہ تعلیم کا راستہ اختیار کیا۔ انہوں نے سکول اور کالجز بنائے۔ پھر فتح اللہ گولن امریکہ چلے گئے اور طیب اردگان وزیراعظم بن گئے۔ پھر اب وہ تیسری مرتبہ صدر منتخب ہوئے ہیں۔ ایک بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ سعید نورسی نے احیائی تحریک کا آغاز 1898ء میں کیا تھا۔ آج سوا صدی گزر چکی ہے۔ پھر طیب اردگان کتنے عرصہ سے حکومت میں ہیں لیکن انہوں نے عجلت پسندی سے کام نہیں لیا کیونکہ عجلت پسندی احیائی تحریک کے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ اس میں ہمارے لیے بھی سبق ہے۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ کیا ترکیہ دورِ حاضر کی ماڈل اسلامی ریاست بن سکتا ہے تو بالکل بن سکتا ہے۔ طیب اردگان جس طرح کام کر رہے ہیں ان پر تنقید بھی بہت کی جاتی ہے۔ اسرائیل سے تعلقات پر تنقید ہے، نیٹو کے اتحادی ہونے پر تنقید ہے لیکن انہوں نے اسی دوران راستہ نکالا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ نجم الدین اربکان کی مخالفت اس وجہ سے کی گئی تھی کہ ان کی اہلیہ نے سکارف پہن لیا تھا۔ طیب اردگان نے ان تجربات سے سیکھا اور بڑے محتاط انداز میں آگے بڑھے اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی جدوجہد میں کامیاب ہیں کیونکہ آج پچاس فیصد سے زائد لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ حالانکہ ترکیہ کے آئین میں ہے کہ فوج سیکولرازم کو تحفظ دے گی لیکن اس کے باوجود طیب اردگان نے راستہ نکالا ہے۔ لہٰذا آگے چل کر ترکیہ ایک ماڈرن اسلامی ریاست بھی بن سکتا ہے۔ ان شاءاللہ!

> **ترکیہ کے آئین میں ہے کہ فوج سیکولرازم کو تحفظ دے گی لیکن اس کے باوجود طیب اردگان نے اسلام کے لیے راستہ نکالا ہے۔ لہٰذا یہ ممکن ہے کہ آگے چل کر ترکی ایک ماڈرن اسلامی ریاست بھی بن جائے۔ ان شاءاللہ**

سوال: ترکیہ نیٹو کا اہم رکن بھی ہے اور اسرائیل کے ساتھ سفارتی اور تجارتی تعلقات بھی قائم کیے ہوئے ہیں لیکن دوسری طرف طیب اردگان انٹرنیشنل فورمز پر امریکہ اور اسرائیل کے مسلمانوں پر مظالم کے خلاف آواز بھی اُٹھاتے رہتے ہیں۔ کیا یہ کھلا تضاد نہیں ہے؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: یہ سوال شاید ہر دوسرے پاکستانی کے ذہن میں ہوگا۔ میں بھی ایک عام آدمی کی حیثیت سے یہی کہوں گا کہ بالکل اسرائیل کے ساتھ ترکیہ کے کسی قسم کے تعلقات نہیں ہونے چاہئیں۔ لیکن دوسری طرف آپ اگر حکمت عملی دیکھیں تو اسی وجہ سے ترکیہ فلسطینیوں کی مدد بھی کر سکتا ہے۔ میں فلسطینیوں کی مدد کرنا چاہتا ہوں لیکن پاکستانی پاسپورٹ پر میں اسرائیل نہیں جا سکتا کیونکہ پاکستان نے اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا۔ جب غزہ میں محصور فلسطینیوں کے لیے پوری دنیا سے امداد اکٹھی کی گئی مگر وہاں تک کوئی پہنچ نہیں پا رہا تھا تو پھر ترکیہ کا جہاز وہاں پہنچا۔ دوسری بات اگر ہم نے اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا تو ہم فلسطینیوں کے لیے کیا کر رہے ہیں یا وہ عرب ممالک کیا کر رہے ہیں جنہوں دعویٰ کیا کہ ہم ابراہیم اکارڈ کی روشنی میں فلسطینیوں کے حالات بہتر بنانے کے لیے اسرائیل کو تسلیم کرنے جا رہے ہیں۔ انہوں نے فلسطینیوں کے لیے کوئی قدم اُٹھایا؟ دوسری طرف ترکیہ نے ہر فورم پر اسرائیلی مظالم کے خلاف آواز اُٹھائی ہے۔ جہاں ضرورت پڑی انہوں نے اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ بھی کیا۔ کئی مرتبہ ترکیہ نے بین الاقوامی فورمز پر اسرائیل کا بائیکاٹ کیا اور اسرائیل کو اس کی وجہ سے کافی خفت اُٹھانی پڑی۔ جبکہ ہمارے ہاں الٹا کام چل رہا ہے کہ بظاہر ہم میں سے اکثر ممالک نے اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا مگر ڈپلومیسی کے ذریعے اسرائیل کو تمام تر مراعات دیے جا رہے ہیں۔ اگر نتائج کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ترکیہ ان ممالک سے بہتر ہے۔

سوال: مڈل ایسٹ میں ایران اور سعودی عرب کی سرد جنگ کے خاتمے اور سفارتی تعلقات کی بحالی کے بعد کیا آپ کو مستقبل قریب میں ایران، سعودی عرب، پاکستان، افغانستان اور ترکیہ پر مشتمل پانچ ممالک کا اسلامک بلاک بنتا ہوا نظر آتا ہے؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: یہ معاملہ کافی عرصے سے زیرِ غور ہے۔ اگر یہ بلاک بن جائے تو ایک بہت بڑی تبدیلی خطے میں رونما ہو سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ملائشیا کو بھی شامل کرنا چاہیے کیونکہ اس کی بھی ایک سٹریٹیجک پوزیشن ہے۔ جیسے سعودی عرب تیل کی دولت سے مالا مال ہے، ترکیہ مسلم اُمہ کو لیڈ کر سکتا ہے، پاکستان کے پاس ایٹمی قوت اور پیشہ ور فوج ہے، افغانیوں سے زیادہ گوریلا جنگ کا ماہر کوئی نہیں ہے۔ ان کے خون میں دشمن کے خلاف کھڑے ہونا شامل ہے۔ اگر ملائشیا کو بھی ایڈ کر لیں تو ملائشیا اکانومک ویژن میں آگے ہے۔

ملائیشیا نے کئی ترقی یافتہ ممالک کو بھی اکانومک گروتھ میں پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ایران اگر پڑوسی ممالک میں مداخلت اور اپنی وسعت کا نظریہ چھوڑ دے تو وہ امت مسلمہ کے کام آسکتا ہے۔ اگر یہ بلاک بن جائے تو مسلم اُمہ کے پاس یہ سب صلاحیتیں آجائیں گی۔ پھر ہمیں نہ تو ورلڈ بینک کی ضرورت پڑے گی، نہ یواین او کی اور نہ ہی آئی ایم ایف کی۔ دشمن کو اسی بات کا خطرہ ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اس سے پہلے کوالالمپور کانفرنس میں کچھ چیزوں کو عملی شکل دینا مقصود تھی جیسا کہ مسلم اُمہ کا ایک چینل ہو، ایک کرنسی ہو اور ویزہ فری کیا جائے اور یہ ممالک ایک دوسرے کے ساتھ کاروباری، تجارتی سفارتی اور رشتہ داری کے تعلقات بنا سکیں۔ اگر یہ معاملہ پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتا تو پھر اقوام متحدہ، ورلڈ بینک، آئی ایم ایف، FATF سب زمین بوس ہوجاتے۔ دشمن نے اس وقت بھی ٹانگ اڑائی اور یہ معاملہ نہیں ہونے دیا لیکن اب دوبارہ ایسی صورتحال پیدا ہو رہی ہے کہ شاید دلوں میں وسعت پیدا ہو، پرانے اختلافات کو پس پشت ڈال دیا جائے۔ اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کو گرا کر اگر ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر آگے بڑھیں تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ اگلی صدی نہیں بلکہ اگلی دہائی مسلم اُمہ کی ہوگی۔

سوال: امریکہ اور روس کی سرد جنگ اور روس اور یوکرائن کی گرم جنگ جو ایک عرصہ سے جاری ہے اس میں ترکیہ کیا رول ادا کرسکتا ہے؟

رضاء الحق: ترکیہ کے حوالے سے رینڈ کارپوریشن کی ایک بڑی دلچسپ رپورٹ 2007ء میں The rise of Political Islam in Turkey. کے عنوان سے سامنے آئی تھی۔ رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ اب ترکیہ جس سمت میں بڑھنا شروع ہوا ہے اس میں ہمیں احیائے اسلام کے جراثیم نظر آتے ہیں۔ اس رپورٹ میں باقاعدہ لکھا ہوا ہے کہ ترکیہ اب درجہ بدرجہ احیائے اسلام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس کے لیے انہوں نے creeping islamization کی اصطلاح استعمال کی اور کہا کہ یہ مغرب کے لیے بڑا خطرہ ہے۔ جو مثالیں انہوں نے دیں اس میں حجاب کا آجانا، سکولز، کالجز میں اسلام کو متعارف کروانا، مذہبی رجحان والے لوگوں کا سیاست میں آجانا اور سیکولر عدلیہ اور فوج کا پریشر میں آتے جانا، ترکیہ کا جھکاؤ مسلم ممالک کی طرف بڑھنا وغیرہ شامل تھا۔ اس کا انہوں نے حل بھی تجویز کیا کہ ترکیہ کو یورپی یونین اور نیٹو کی طرف لایا جائے۔ لیکن ترکیہ دس سال قبل جس طرح پُرزور انداز میں یورپی یونین کا ممبر بننے کا خواہش مند تھا اب نہیں ہے اور نیٹو میں بھی اس کی دلچسپی نہیں رہی۔ یہاں تک کہ حالیہ دنوں میں روس کے خلاف نیٹو کا جو محاذ بن رہا ہے اور حال ہی میں اس میں فن لینڈ کو بھی شامل کیا گیا ہے اور سویڈن بھی شامل ہونا چاہتا تھا مگر ترکیہ نے اس کے خلاف ووٹ دیا کیونکہ سویڈن نے قرآن پاک کی بے حرمتی کی تھی۔ اب نیٹو ترکیہ کی منتیں کر رہا ہے۔ بہرحال رینڈ کارپوریشن کی رپورٹ میں دوسری تجویز یہ دی گئی تھی کہ ترکیہ میں سیکولر عدلیہ کو مضبوط کیا جائے تاکہ وہ سیکولرازم کو ہر حال میں بالادست کر سکے اور سیکولر آئین کی ایسی تشریح کرے کہ مذہبی جماعتوں کے لیے ترکیہ میں کوئی جگہ نہ رہے۔ موجودہ بین الاقوامی حالات میں جبکہ روس اور یوکرائن کی جنگ شروع ہے اس میں ترکیہ ایک مرتبہ پھر عالمی توجہ کا مرکز بن گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام سمندری راستے جو روس کو گرم پانیوں تک پہنچاتے ہیں یا گیس پائپ لائن جہاں سے یورپ تک پہنچتی ہیں یا یورپ کا تجارتی سامان جس سمندری راستے سے گزرتا ہے وہ اہم سمندری راستے ترکیہ کے پاس ہیں۔ اس لیے امریکہ اور یورپ کی کوشش ہے کہ ترکیہ کو روس سے دور کرکے مکمل طور پر اپنے گروپ میں شامل کرلے۔ لیکن ترکیہ نے بڑا سوچ سمجھ کر کردار ادا کیا ہے۔ نہ تو اس نے سو فیصد امریکہ کا ساتھ دیا ہے اور نہ ہی سو فیصد روس کا ساتھ دیا ہے بلکہ وہ ایشو ٹو ایشو معاملات کو دیکھ کر آگے چل رہا ہے۔ طیب اردگان نے فریقین کے درمیان مذاکرات کے کئی دور شروع کروائے۔ طیب اردگان اپنے ملکی مفاد کو مدنظر رکھ کر چل رہے ہیں۔ خدشہ ہے کہ امریکہ طیب اردگان کے لیے مسائل کھڑے کرے۔

سوال: 1923ء میں جب خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا تو اس وقت ایک معاہدہ لوزان ہوا تھا جس کو جولائی 2023ء میں سو سال پورے ہونے کو ہیں۔ آپ یہ فرمائیے کہ کیا سو سال پورے ہونے کے بعد یہ معاہدہ واقعی ختم ہوجائے گا اور اگر ایسا ہوگا تو اس کے بعد ترکیہ میں احیائے خلافت کے امکانات روشن ہوجائیں گے یا نہیں؟

ڈاکٹر عطاء الرحمان عارف: یہ معاہدہ 24 جولائی 1923ء کو سوئٹزرلینڈ کے شہر لوزان میں ہوا تھا۔ اس لیے اس کو معاہدہ لوزان کہا جاتا ہے۔ اس معاہدہ میں یہ تو طے تھا کہ یہ سو سال کے لیے ہے لیکن ایسی کوئی شرط نہیں تھی کہ سو سال بعد یہ ختم ہوجائے گا۔ اس معاہدہ کے تحت ابنائے ہرمز پر ترکیہ کا کنٹرول ختم ہوا۔ اس کے معدنی ذخائر پر ترکیہ کا کنٹرول ختم ہوا۔ اسی طرح اس معاہدہ میں یونان، بلغاریہ اور ترکیہ کی سرحدیں متعین کی گئیں، قبرص، عراق اور شام پر ترکیہ کا دعویٰ ختم ہوگیا۔ اب اگر ہم کہیں کہ سو سال بعد قبرص، شام اور عراق پر ترکیہ کا دوبارہ قبضہ ہوجائے تو یہ ناممکن ہے۔ البتہ جیسا کہ ترکیہ کے عوام کے ذہنوں میں ہے کہ اس معاہدہ کے سو سال پورے ہونے پر ترکیہ کے معاشی حالات بہتر ہوجائیں گے کیونکہ ان کا خیال ہے کہ ابنائے ہرمز اور اس کی معدنیات پر دوبارہ ترکیہ کا کنٹرول ہوجائے اور ابنائے ہرمز میں بحری تجارتی ٹرانسپورٹ پر ترکیہ کا ٹیکس بحال ہوجائے گا۔ اگر یہ دو چیزیں ہوجائیں تو ترکیہ کو واقعی معاشی فوائد حاصل ہوں گے۔ طیب اردگان نے بھی کئی دفعہ اپنی تقریروں میں ذکر کیا تھا کہ 2023ء ترکیہ میں تبدیلی کا سال ہوگا۔ اُمید ہے کہ ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

رضاء الحق: رجب طیب اردگان جب حالیہ صدارتی انتخابات جیتے ہیں تو انہوں نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ یہ ترکیہ کی بہتری کی صدی کا آغاز ہے۔ انہوں نے خلافت عثمانیہ کا ذکر نہیں کیا۔ لوزان ٹو معاہدے میں جو ایک تو معدنیات کے اوپر قدغن لگادی گئی لہٰذا وہ اب ترکیہ کے اختیار میں نہیں رہیں۔ عراق، شام اور قبرص پر بھی دوبارہ ترکیہ کا قبضہ ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح بین الاقوامی پانیوں کی حدود بھی ترکیہ میں نہیں رہیں۔ اب لوزان ٹو معاہدہ اگر ختم ہوتا بھی ہے تو میرا نہیں خیال کہ یہ پانی دوبارہ ترکیہ کو مل سکیں گے۔ البتہ کوئی نئے معاہدے ہوں اور ترکیہ اپنی شرائط منوانے کے قابل ہوجائے کہ فلاں فلاں چیزوں پر میرا اختیار تسلیم کیا جائے تو ممکن ہے چند چیزیں ترکیہ کو واپس مل جائیں۔ لیکن اس کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ ترکیہ کے پاس کتنی سفارتی، اخلاقی، معاشی اور عسکری طاقت ہے جس

> **کوالالمپور کانفرنس میں منصوبے کو عمل شکل دی جانی تھی کہ مسلم اُمہ کا ایک چینل ہو، ایک کرنسی ہو، مسلم ممالک کو ویزہ فری کیا جائے تاکہ کاروباری، تجارتی سفارتی تعلقات بڑھیں۔ اگر یہ معاملہ پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتا تو پھر اقوام متحدہ، ورلڈ بینک، آئی ایم ایف، FATF سب زمین بوس ہوجاتے۔**

کی بنیاد پر وہ اپنی بات منوا سکے۔

ڈاکٹر عطاء الرحمان عارف: جس طرح سے طیب اردگان نے ترکیہ کو بحرانوں سے نکالنے میں ایک مردِ آہن کا کردار ادا کیا ہے، خاص طور پر 2015ء کے بعد وہ جن بحرانوں سے گزرے ہیں، اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ اُمید کی جا سکتی ہے کہ وہ اُمتِ مسلمہ کے اتحاد کو عملی شکل دینے کی کوشش ضرور کریں گے۔ البتہ تحریک خلافت موجودہ حالات میں اتنی آسان نہیں ہے۔ جو ممکن ہے وہ یہ ہے کہ مسلم یو این او طرز پر کوئی اتحاد بن جائے یا مسلم کرنسی کی باتیں ہوتی رہتی ہیں، اس حوالے سے ممکن ہے وہ کوئی کردار ادا کر سکیں۔

سوال: طیب اردگان کی حلف برداری کی تقریب میں پوری دنیا کے اہم ترین لوگ شریک ہوئے، وزیر اعظم پاکستان بھی خصوصی طور پر گئے اور وہاں جو مکالمہ ہوا وہ بھی آپ نے میڈیا کے ذریعے سنا۔ یہ بتائیے کہ وزیر اعظم پاکستان کا اس تقریب میں جانا کتنی اہمیت کا حامل ہے؟

ڈاکٹر عطاء الرحمان عارف: وزیر اعظم پاکستان کا وہاں جانا بہت ضروری تھا کیونکہ ایک تو ترکیہ، روس، چین، ایران کا جو بلاک بن رہا ہے اس میں پاکستان ایک اہم پارٹنر بن سکتا ہے۔ اس بلاک میں BRI منصوبے کی بہت زیادہ اہمیت ہے جس کا بہت گہرا تعلق پاکستان کے strategic حالات سے ہے، پھر اس منصوبے میں گوادر پورٹ کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ چونکہ اس خطہ میں امریکہ کا فرنٹ مین بھارت ہے اس لیے وہ چاہ بہار پر انوسٹمنٹ کر رہا ہے لیکن ایران اور سعودی عرب کے درمیان تعلقات کی بحالی سے امریکہ اور بھارت کے مفادات پر ضرب پڑتی ہے۔ اس لیے وزیر اعظم پاکستان کا دورہ ترکیہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل تھا اور یہ message دینا ضروری تھا کہ ہم ترکیہ کے ساتھ کھڑے ہیں۔ پاکستان کے معاشی اور سیاسی مفادات کا شدید تقاضا ہے کہ وہ ترکیہ کے ساتھ کھڑا رہے۔

رضاء الحق: بنیادی طور پہ جس طرح خطے کے حالات بنتے جا رہے ہیں کہ افغانستان، ایران، پاکستان، سعودی عرب وغیرہ یہ سب چاہتے ہیں کہ ان کا انحصار امریکہ پر کم سے کم ہو جائے اور چین اس حوالے سے ان کو لیڈ کر رہا ہے۔ خاص طور پر معاشی لحاظ سے چین ان کو سپورٹ کر رہا ہے جبکہ روس کی ملٹری طاقت اس گروپ کو تقویت دیتی ہے۔ پاکستان کے لیے بھی اس گروپ میں رہنا انتہائی مفید ہوگا کیونکہ ایک تو اس کی آئی ایم ایف وغیرہ سے جان چھوٹ جائے گی اور اس کو بھی ترقی کرنے کا موقع ملے گا۔ دنیا کے معاملات اس نہج پر پہنچ چکے ہیں کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی ایک ملک پوری دنیا کو فتح کرنے نکل جائے۔ اب بلاک بن رہے ہیں اور بلاکس کا ہی تصادم آئندہ کسی نہ کسی صورت میں نظر آ رہا ہے۔ اس حوالے سے پاکستان کو اپنی آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں۔ یہ نہیں کہ امریکہ کے ساتھ کوئی جنگ مول لے لیکن امریکہ سے دور ہٹ کے اپنے مفادات کا تحفظ کرے۔ اس کے لیے اس بلاک میں جانا مستقبل کی ضرورت ہوگی۔

> **ترکیہ کا جو پاکستان سے گہرا لگاؤ ہے وہ دورِ خلافت عثمانیہ سے ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے خلافت عثمانیہ کو بچانے کے لیے تحریک چلائی تھی**

ڈاکٹر عطاء الرحمان عارف: یہ بات ذہن میں رہے کہ ترکیہ کا پاکستان کے ساتھ جو تعلق ہے وہ گہرا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے خلافت عثمانیہ کے حق میں تحریک چلائی تھی۔ اس وجہ سے ترکیہ کے لوگ پاکستان کے مسلمانوں سے لگاؤ رکھتے ہیں اور انہیں ترجیح دیتے ہیں۔ ابھی بھارت نے سری نگر میں G-20 منعقد کیا۔ چین نے بھی اس کا بائیکاٹ کیا۔ ترکیہ OIC کا وہ واحد ممبر تھا جس نے اس کانفرنس میں جانے سے منع کیا جس کی وجہ سے باقی بعض مسلم ممالک بھی وہاں جانے سے رک گئے۔ اس لحاظ سے ترکیہ کی بہت زیادہ سپورٹ ہے پاکستان کو۔ اس لیے پاکستان کے حکمرانوں اور ذمہ دار حلقوں کو چاہیے کہ وہ ترکیہ کے ساتھ مل بیٹھیں لیکن اس سے پہلے پاکستان کے اندر بھی استحکام لانا ہوگا، جو خلفشار ہے اس کو ختم کرنے کے لیے دستور کو تحفظ دینا ہوگا اور ساتھ ساتھ ترکیہ کے ساتھ جو ہمارا رشتہ ہے اس کو بھی مضبوط سے مضبوط بنانا ہوگا۔ ۞

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

بقیہ: ایک جائزہ اور بروقت مطالبہ

کی حیثیت سے تو ان پر نفاذ اسلام کی ذمہ داری سب سے زیادہ ہے۔ اسی طرح ہم سمجھتے ہیں کہ جنرل عاصم منیر کا حافظ قرآن ہونا ان کے جرنیلی مقام سے بڑا اور فضیلت کا مقام و مرتبہ ہے۔ وہ اپنے اس مقام فضیلت کی لاج رکھتے ہوئے ملک میں نفاذ اسلام کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ پاک افواج کا ایک زمانے میں یہ ماٹو بنایا گیا تھا ''ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ''۔ اس الہامی ماٹو کو پاک افواج کو فخر سے اختیار کرنا چاہیے۔ ان شاء اللہ دنیا و آخرت دونوں میں سرخرو ہوں گے۔ ملک میں دین اسلام کی بالادستی پاک افواج کا اعلیٰ ترین مشن ہے، اسی لیے اس ملک کی حفاظت پر مامور ہونا جو اسلام کے نام پر بنا ہے بہت بڑا اعزاز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کا شعور عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

۞۞۞

دعائے مغفرت
انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ مکتبہ خدام القرآن لاہور کے کارکن محمد اسامہ کی والدہ وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ ملاکنڈ، دیر کے ناظم بیت المال محرم خان کی پھوپھی وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0313-9746611

☆ حلقہ بہاولنگر، ہارون آباد شرقی کے ناظم مالیات عدنان یوسف کے دادا وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-7599478

☆ حلقہ اسلام آباد کی مقامی تنظیم کے امیر محترم محمد سلیم کی ساس وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0333-5524550

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ایک جائز اور بروقت مطالبہ

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

چند دن قبل سوشل میڈیا پر، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے لیٹر پیڈ پر اوران کے دستخطوں سے، ایک پوسٹ سامنے آئی۔ مفتی صاحب کی ثقاہت (Credibility) کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے اسے فوری طور پر، مزید تحقیق کیے بغیر، جاننے والوں کو بھیج دیا۔ اس کا عنوان تھا ''کھلا خط''۔ اس کے مندرجات نہ صرف یہ کہ ملت اسلامیہ پاکستان کے ایک ایک فرد کے دل کی آواز ہیں بلکہ یہ پوری امت مسلمہ کی آرزو بھی ہے۔ خط کی عبارت حسب ذیل ہے:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کھلا خط۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے پہلی بار 11 لاکھ فوج کا سربراہ ایک حافظ قرآن ہے اور 11 پارٹیوں (مراد پی ڈی ایم) کا سربراہ ایک عالم دین ہے۔ اب شرعی نظام نافذ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں حتیٰ کہ اپوزیشن بھی نہیں۔ کھلا میدان ہے۔ ایسی صورت میں رکاوٹ صرف منافقت تصور ہوگی۔ مجھے قوی امید ہے کہ جمعیت علمائے اسلام کی قیادت اس مسئلے پر اپنا حقیقی سیاسی و دینی کردار ادا کر کے دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوگی اور پاکستان کو اصل معنوں میں شریعت محمدی ﷺ کا تحفہ دے کر تمام فتنوں کا سر کچل دے گی۔ اگر ایسا نہ ہوا تو اس دور کا سب سے بڑا فتنہ یہی لوگ تصور کیے جائیں گے۔ تاریخ اور بالخصوص پاکستانی عوام انہیں کبھی معاف نہیں کرے گی کیونکہ اب ان کے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے علمائے کرام کو اپنا اصل کام، دین اسلام کی خدمت، کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ بندہ محمد تقی عثمانی (دستخط)۔''

تھوڑی ہی دیر میں یہ انکشاف ہوا کہ یہ پوسٹ فیک (جعلی) ہے۔ ویسے بھی بعد میں یہ پوسٹ پڑھتے ہوئے احساس ہوگیا تھا کہ یہ اردو مفتی صاحب کی نہیں ہے۔ مزید براں املا کی اغلاط نے اس احساس کو مزید تقویت پہنچائی۔ اس کے ساتھ ہی مفتی صاحب کا صوتی پیغام بھی آ گیا کہ یہ پوسٹ ان کی نہیں ہے۔ مگر اس پوسٹ کے مندرجات پر غور کیا جائے تو ہر ایک فرد مسلم اس سے اتفاق کرے گا۔ یہ ملک بنا ہی اسلام کے نام پر ہے۔ تحریک پاکستان میں اسی ایک مطالبے نے ایسا جوش وخروش پیدا کر دیا تھا کہ انہونی ہوگئی اور پاکستان اللہ تعالیٰ نے رمضان کی ستائیسویں شب کو عطا فرما دیا۔ علیحدہ ملک کے حصول کا جواز ہی یہی تھا کہ یہاں پر اہل ایمان اللہ کے احکام اور نبی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق زندگی گزاریں گے۔ مفتی صاحب خود 2018ء میں علماء کے ایک نمائندہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے یہ فرما چکے ہیں کہ پاکستان میں نفاذ اسلام کے لیے ایک زوردار تحریک چلنی چاہیے۔ اسی طرح 2010ء میں بمقام لاہور ان کے مسلک کے لگ بھگ ڈیڑھ سو علماء کے ایک بڑے اجتماع میں بھی اسی مؤقف کو پیش کیا گیا تھا کہ پاکستان کے جملہ مسائل کا حل نفاذ اسلام میں ہے۔ اس اجتماع کا اعلامیہ بھی مفتی تقی صاحب نے تحریر فرمایا تھا اس اعلامیے کے درج ذیل پیراگراف کو سامنے رکھا جائے تو مفتی صاحب سے منسوب پوسٹ فیک ہونے کے باوجود وقت کا اہم ترین تقاضا اور اہل پاکستان کا ایک جائز مطالبہ ہے اور اسے فوری طور پر پورا ہونا چاہیے تاکہ ملک کی بقا کا سامان ہو جائے اور عوام کے دکھوں کا مداوا بھی ہو جائے۔

2010ء میں مفتی صاحب کے تحریر کردہ اعلامیہ کا عکس ملاحظہ کیجیے:

''اس بات پر ہمارا غیر متزلزل ایمان ہے کہ اسلام ہی نے یہ ملک بنایا تھا اور اسلام ہی اسے بچا سکتا ہے، لہٰذا حکومت کا فرض ہے کہ وہ ملک میں اسلامی تعلیمات اور قوانین کو نافذ کرنے کے لیے مؤثر اقدامات کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارا دینی فریضہ بھی ہے اور ملک کے آئین کا اہم ترین تقاضا بھی اور اسی کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے ملک میں انتہا پسندی کی تحریکیں اٹھی ہیں۔ اگر ملک نے اپنے مقصد وجود کی طرف واضح پیش قدمی کی ہوتی تو ملک اس وقت انتہا پسندی کی گرفت میں نہ ہوتا۔ لہٰذا وقت کا اہم ترین تقاضا ہے کہ پُرامن ذرائع سے پوری نیک نیتی کے ساتھ ملک میں نفاذ شریعت کے اقدامات کیے جائیں۔ اس غرض کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل اور فیڈرل شریعت کورٹ کو فعال بنا کر ان کی سفارشات اور فیصلوں کے مطابق اپنے قانونی اور سرکاری نظام میں تبدیلیاں بلا تاخیر لائی جائیں اور ملک سے کرپشن، بے راہ روی اور فحاشی و عریانی ختم کرنے کے لیے مؤثر اقدامات کیے جائیں۔ تمام سیاسی و دینی جماعتوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے دوسرے مقاصد پر نفاذ شریعت کے مطالبے کو اولیت دے کر حکومت پر دباؤ ڈالیں اور اس غرض کے لیے مؤثر مگر پُرامن طور پر جدوجہد کا اہتمام کریں اور عوام کا فرض ہے کہ جو جماعتیں اور ادارے اس مقصد کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں، ان کے ساتھ مکمل تعاون کریں۔''

مفتی صاحب کی طرف منسوب جعلی پوسٹ میں جو مطالبہ 2023ء میں کیا گیا ہے اس سے زیادہ زوردار مطالبہ 2010ء میں کیا گیا تھا جس کو مفتی صاحب نے ہی تحریر کیا تھا۔ ہماری خواہش تھی کہ مفتی صاحب اس پوسٹ کی اپنی طرف نسبت کی نفی کرتے ہوئے اگر یہ فرما دیتے کہ اگرچہ یہ میری طرف سے نہیں ہے مگر اس کے نفس مضمون سے مجھے اتفاق ہے تو یہ گویا ان کے 2010ء کے مؤقف کی تائید ہو جاتی۔ مفتی صاحب نے 2018ء میں بھی کراچی میں علماء کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے نفاذ دین کے لیے ایک زوردار تحریک کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ مفتی صاحب مولانا فضل الرحمن صاحب سے مطالبہ کریں کہ وہ اپنی موجودہ حیثیت کا حق ادا کریں اور پی ڈی ایم کے سربراہ کی حیثیت سے یہ اعلان کریں کہ اس ملک میں نفاذ شریعت کا بلا تاخیر آغاز کیا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے انتخابات ملتوی کرنا پڑیں تو کر لیں کوئی قیامت نہیں آئے گی۔ اس وقت قوم کی خوش قسمتی ہے کہ بری فوج کے سربراہ حافظ قرآن ہیں اور حکومتی اتحاد کے قائد ایک عالم دین ہیں، جن کا اپنا بھی ایک مقام ہے اور اپنے والد محترم مفتی محمود ؒ کے علمی و سیاسی جانشین (باقی صفحہ 11 پر)

ہمارے نظامِ تعلیم میں کردار کی کمی

ڈاکٹر محمد یونس خالد

نظامِ تعلیم اس تعلیمی سرگرمی کا نام ہے۔ جس کے ذریعے افراد کے شعور وکردار کو بہتر بنا کران کو ایک قوم کی لڑی میں پرو دیا جائے اوران کو ملک وملت کے لیے مفید وکارآمد بنانے کی مربوط کوشش کی جائے۔ ہرملک کا نظامِ تعلیم الگ ہوتا ہے جسے قومی سطح کی ضروریات اور تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ترتیب دیا جاتا ہے۔ اور وہ قوم کی آئیڈیالوجی یا نظریہ حیات سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ مثلاً ہم اپنے ملک پاکستان کے نظامِ تعلیم کی بات کریں تو اس کی تشکیل کے وقت اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ یہاں کے لوگ اس نظام تعلیم سے استفادہ کرکے اچھے کردار و اخلاق کے مالک باشعور مسلمان اور پاکستان کے مفید شہری بنیں۔ پاکستان کی جغرافیائی ونظریاتی سرحدوں کے پاسبان بنیں۔ اور ساتھ ہی دنیا میں اچھی ملازمت یا کاروبار کرنے کے قابل ہوکر خود بھی کامیاب زندگی گزاریں اور معاشرے کو بھی فائدہ پہنچائیں۔

تعلیم کے بنیادی مقاصد

تعلیمی عمل کا پہلا ہدف انسانی ذہانت ،شعور کی بہتری اورجذبات میں توازن پیدا کرنا ہے جبکہ دوسرا اہم ہدف انسان کے کردار کو بہتر بنانا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کام کو بھی وقت پر ٹھیک طریقے سے نہ کیا جائے تو تعلیمی عمل اپنے مقاصد کو حاصل کرنے میں ناکام ہوجائے گا۔ انسان کی صلاحیتیں اس کے شعوری ارتقا اور جذباتی توازن سے نکھر کر سامنے آتی ہیں۔ جب تک انسان کے شعور کو پروان چڑھانے پر کام نہ کیا جائے اور اس کی ذہانت کو پالش کرکے اسے فروغ نہ دیا جائے۔ تب تک اس کی صلاحیتیں اندر ہی اندر دب کر رہ جاتی ہیں۔

لیکن دوسری طرف اس کے کردار کو بہتر بنانے کی کوشش اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔ کردار انسان کے ہرعمل کو بہتر اور متوازن بنانے میں مدد دیتا ہے۔ کردار سے انسان کی اخلاقیات بہتر ہوجاتی ہیں۔ اس میں احساس ذمہ داری آجاتی ہے۔ کردار پر کام سے انسان کی نیتیں خوب صورت اور اس کے جذبات نفیس ہوجاتے ہیں۔ کردار کو بہتر بنانے سے انسان کی مجموعی شخصیت بہتر ہوجاتی ہے۔ اس میں، ایمان داری، خود احتسابی اور خوف خدا پیدا ہوجاتا ہے۔ اور انسان اپنی تنہائیوں میں بھی خود کو اس سے زیادہ ذمہ دار محسوس کرتا ہے جتنا وہ لوگوں کے ہجوم میں رہتے ہوئے کرتا ہے۔

کردار پر توجہ نہ دینے کا انجام

اگر انسان کے شعور پر کام کرکے اسے بہتر بنا دیا لیکن کردار پر کام نہ کیا گیا۔ تو نقصان یہ ہوگا کہ یہ انسان اپنے علم، شعور اور ادراک کی صلاحیتوں کو دوسرے انسانوں کو بلیک میل کرنے کے لیے استعمال کرے گا۔ کردار کی بلندی حاصل کیے بغیر شعور کی بلندی ایک ویلیوایبل اسکل کی مانند ہے جس سے دوسرے کو ڈرا دھمکا کر بلیک میل کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا اگر شعور کے ساتھ کردار کو نہ جوڑا گیا تو یہی شعور دوسروں کی بلیک میلنگ کا ذریعہ بن جائے گا۔

نظامِ تعلیم میں شعور وادراک کی اہمیت

چنانچہ ہمارا مشاہدہ بتاتا ہے کہ دنیا میں شعور اپنی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ تعلیمی اداروں میں اعلیٰ ڈگریوں اور اعلیٰ گریڈز کے حصول کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ انسانی ذہانت نے نت نئی ایجادات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ قائم کیا ہوا ہے۔ انسانی شعور اور ذہانت کائنات کو مسخر کرنے کی تگ ودو میں مصروف عمل ہے۔ خلا کی وسعتیں اور سمندر کی تاریک وعمیق گہرائیاں اب انسانی شعور کی جولانگاہ بنی ہوئی ہیں۔

دورِ حاضر میں انسانی شعور کی پیداوار آرٹیفیشل انٹیلی جنس (اے آئی) نے تو کمال ہی کردیا ہے۔ اس نے زندگی کے ہر کام کو خودکار طریقے سے کرنے کے لیے آٹومیشن کی بنیاد رکھی۔ اب اے آئی بیسڈ روبوٹ انسان کے تمام رویوں کی نقالی کررہا ہے۔ اور یہی نہیں مستقبل قریب میں بہت ممکن ہے کہ یہ روبوٹ خود انسان کو قابو میں کرلے۔ گویا انسانی ذہانت فعال لما یریں کا دعوے دار بنتی جارہی ہے۔ یوں آج تعلیم کی مرہونِ منت انسان اپنی ذہانت کو بھرپور طریقے سے استعمال کے قابل ہوگیا ہے۔

تعلیم میں کردار کا فقدان

اصولی طور پر ہمارے نظامِ تعلیم کی اساسی بنیادیں تو قرآن وسنت اور اسلامی فکر کے اوپر اٹھائی گئی ہیں۔ جس نے شعور سے زیادہ کردار کو اہمیت دی۔ کیونکہ ہمارا ملک پاکستان ایک اسلامی ملک ہے جس کی اکثر آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اس ملک کی پرداخت اور اٹھان ہی اسلام کے نام پر کی گئی ہے۔ اور اس ملک کی اولین شناخت بھی اسلام ہی ہے۔ لیکن بدقسمتی یہ کہ ان سب کے باوجود آج کردار کا وجود ہمارے معاشرے اور ہمارے نظامِ تعلیم میں کہیں پیچھے رہ گیا ہے۔

ہمارے نظامِ تعلیم کا جائزہ لیا جائے تو اس میں شعور وادراک کی نشوونما کو اوّلین ترجیح حاصل ہے۔ پورا نظامِ تعلیم اچھے نمبروں اور اچھے گریڈز کے حصول کی مشین کے طور پر کام کررہا ہے۔ حال یہ ہے کہ اس نظام تعلیم میں ڈگری، اچھے نمبرز اور اچھے گریڈز سے آگے سوچنے تک کو غیرضروری اور وقت کا ضیاع سمجھا جاتا ہے۔ اور کردار واخلاق جسے پاکستان کے نظام تعلیم میں روح رواں کا کردار کا درجہ حاصل ہونا چاہیے تھا عملی طور پر اسے انتہائی غیر ضروری عنصر سمجھا گیا۔ اور اسے اپنے ایجوکیشنل سسٹم سے آہستہ آہستہ اس طرح ہٹایا گیا جیسے دودھ میں سے مکھی کو ہٹادیا جاتا ہے۔

نتیجہ کیا نکلا؟

جب نظامِ تعلیم سے شعور کو باقی رکھ کر کردار کو ہٹایا گیا، تو نتیجہ یہ نکلا کہ معاشرے میں پروفیشنلز تو بے شمار پیدا ہوئے لیکن وہ سب کردار سے خالی تھے۔ ڈاکٹرز، انجینئرز، اساتذہ، علماء، آرٹسٹ، سیاست دان، بزنس مین اور ادیب تو بے شمار بنے لیکن بدقسمتی سے ان میں کردار کی کمی تھی۔ اور نتیجہ یہی نکلا کہ اپنے شعوری بلندی کی مہارت یا اسکل کو انہوں نے معاشرے کے فلاح وبہبود پر خرچ کرنے کے بجائے ذاتی مفاد کے حصول کے لیے استعمال کرنا شروع دیا۔ یوں معاشرے میں کرپشن اور لوٹ کھسوٹ کی بنیاد پڑگئی۔ خود تعلیمی اداروں اور تعلیمی معیار کو ذاتی مفادات کی

بھینٹ چڑھایا گیا۔ تعلیمی نظام کو نقل مافیا کی آماجگاہ بنادیا گیا۔ قومی اداروں کو کرپشن، رشوت ستانی، اقربا پروری اور ڈیوٹی دیئے بغیر تنخواہیں وصولی کا ذریعہ بنادیا گیا۔ اور یوں آج کا پورا معاشرہ اس کرپشن کی لپیٹ میں آچکا ہے۔

مسئلے کا حل کیا ہے؟

نظام تعلیم کو بہتر بنائے بغیر اس مسئلے کا کوئی حل بظاہر نہیں نکلتا نظر نہیں آتا۔ کیونکہ معاشرہ اسی وقت بنتا ہے جب ملک کا نظام تعلیم درست ہو۔ اس کے ذریعے معاشرے کی نہ صرف شعوری ارتقاء پر کام کیا جائے بلکہ کردار و اخلاق کو بھی بھرپور طریقے پروان چڑھایا جائے۔ کیونکہ نظام تعلیم اس لڑی کا نام ہے جو لوگوں کے ہجوم کو جوڑ کر ایک قوم کی ہار میں پرو دیتا ہے۔ اور اچھے نظام تعلیم کی وجہ سے معاشرہ ایک گلدستہ کا منظر پیش کرتا ہے۔ ورنہ معاشرہ صرف لوگوں کے ایک جگہ جمع ہونے سے نہیں بنتا۔ جب لوگ اپنے اپنے مفادات کے حصول کے لیے ایک جگہ جمع ہوں اور ان کو اکٹھا کرنے میں کوئی اجتماعی مقصد کارفرما نہ ہو تو اسے لوگوں کا ہجوم یا لوگوں کی منڈی کہا جاسکتا ہے۔ معاشرہ نہیں کہا جاسکتا۔

جب درست نظام تعلیم بنانے کی بات کی جائے تو شعور اور کردار دونوں کی نشو و نما کو یکجا کرنا پڑے گا۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمارے ملک پاکستان کو اس وقت ایک منظم و مربوط نظام تعلیم کی اشد ضرورت ہے، جس میں شعوری ارتقاء کے علاوہ کردار و اخلاق کی بہتری پر کام کرنے کی باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی ہو۔ اس وقت پاکستان میں کئی الگ نظام تعلیم کام کر رہے ہیں۔ جو صرف شعوری ارتقاء پر کام کر رہے ہیں۔ کردار پر کام ان کے پیش نظر ہے ہی نہیں۔ اس حوالے سے پوری قوم میں شعور بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے قومی سطح کے پالیسی میکرز میں اس رجحان کو پروان چڑھانے کی ضرورت ہے کہ اس وقت ہمارے معاشرے کو صرف شعوری تعلیم کی کمی ہی کا سامنا نہیں بلکہ حُسنِ کردار کی تعلیمی کمی بھی بہت شدت سے محسوس کی جارہی ہے۔ اللہ کرے کہ یہ نکتہ ہمارے ارباب حل و عقد کو بھی محسوس ہو۔

۞۞۞

یوگا......ورزش یا عبادت؟

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

روحانی سطح پر آج دنیا بہت پیاسی ہے۔ عہدِ الست (وجودِ باری تعالیٰ پر ایمان و تصدیق) ہر انسانی روح میں ازل سے موجود ہے۔ روح انسان میں پاؤں کی چھنگلیا سے لے کر سر کے بالوں تک رگ وپے میں موجود ہے۔ مگر اس کا اقرار، اس کی ضروریات، بھوک، پیاس، دوا دارو؟ روحانی صحت و سلامتی کا دشمنِ ازلی شیطان اسے اس طرف آنے نہیں دیتا۔ دھیان بٹائے رکھتا ہے۔ نکمی ناکاری مصروفیات میں لگائے بھگائے رکھتا ہے۔ اسے خود اپنے ساتھ تنہائی میں بیٹھ کر خود شناسی کا سفر طے نہیں کرنے دیتا۔ اللہ نے پوری دنیا پر یہ موقع مسلط کیا تھا کہ وہ دنیا سے دستبردار ہو کر الگ بیٹھے۔ قرنطینائی پابندیاں جو کورونا نے لاگو کیں۔ قیدِ تنہائی دی۔ اعتکاف میں گویا بٹھادیا۔ تکلیف میں بھی مبتلا کیا۔ موت کی تلوار بھی سر پر لٹکائی۔ سوچو، سمجھو، خود کو جانو۔ روح سے ملاقات کرو۔ اس کی آہ وزاری پر متوجہ تو ہو! خالق کو پہچانو، اس تک پہنچو۔

اس ضمن میں سب سے زیادہ ذمہ داری ہم مسلمانوں پر تھی کہ ہم دنیا کو خالق سے ملواتے۔ تخلیق کا راز بتاتے۔ روح، زندگی کی حقیقت، اس کا مقصد دنیا کو بتاتے۔ مغرب سر تا سر مادی افکار، مادی زندگی کی اندھی دوڑ دھوپ، ایجادات، مادی ترقی ہی میں کولہو کے بیل کی طرح دیوانہ وار جتا ہوا ہے۔ ایجادات کے ڈھیر لگادیے مگر اپنے اندر نہ جھانک سکا۔ بیج سے پھوٹتی کونپل اور گھونسلے میں انڈے سے تخلیق ہوتی خوبصورت زندگی کو کیمرے کی آنکھ سے دیکھنے دکھانے والا بن گیا مگر دل کی رسائی خالق تک نہ ہوسکی۔ دل بینا بھی کر خدا سے طلب، 'کیمرے' کا نور 'قلب' کا نور نہیں۔ قصور ہمارا ہے۔ وہ سربستہ راز، جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا، وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں! ہمارے پاس وہ راز قرآن حکیم اور سیرت محمد ﷺ کی صورت اور برسرزمین نفاذ شریعت، نبوت تا خلافت راشدہ کامل صورت میں موجود ہے۔ دو ارب سینے اس کا مدفن ہیں آج! (اگرچہ لاکھوں کروڑوں سینوں میں لہلہاتی شریعت کی گواہی اس گئے گزرے دور میں بھی موجود تو ہے!) ہم نے مغرب اور ساری دنیا ہی پر یہ ظلم ڈھایا کہ ہم ان کی ہر ایجاد سے استفادہ کرتے، اس پر لٹو ہوتے، گن گاتے، اربوں ڈالر ریال ان کی خریداری اور درآمد پر لٹاتے رہے۔ جو انمول حیاتِ ابدی کی سرفرازیوں کا سامان ہمارے پاس تھا اسے ہم نے برآمد نہ کیا۔ اس پر زیادہ تر مسلمان شرمسار ہی رہے! 'نہیں نہیں، میں بنیاد پرست (سچا پکا) مسلمان نہیں' کہہ اور برت کر یہ 'دھبا' خود پر سے دھوتے رہے۔ کفر سے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والے اکثر و بیشتر حادثے کے طور پر، اتفاقاً یا اللہ کی رہنمائی سے مسلمان ہوئے۔ ہمارا حصہ کم ہی پڑ پایا!

مسلم ممالک، ان کی آبادیاں، ان کے حکمران، تہذیب، رہن سہن دیکھ لیجیے۔ گورے سے بڑھ کر خود کو گورا ثابت کرنے کی دیوانگی میں مگن! نتیجہ یہ ہے کہ حق کی تلاش اور روح کی پیاس میں دنیا ماری ماری پھرتی ہے۔ نومسلموں کی کہانیاں پڑھ دیکھیے، کتنے جتن کر کے کتنی بھانت بھانت کی وادیوں سے بھٹک کر وہ رب تعالیٰ ہی کی خصوصی عطا سے اسلام تک پہنچ پاتے ہیں، مثلاً امریکا میں ہندومت کی تحریک 'ہرے کرشنا' ہم نے امریکا میں بالخصوص نوجوان طلبہ طالبات میں بڑھتے پھیلتے دیکھی۔ آج امریکا میں اس کے 10 لاکھ باضابطہ پیروکار ہیں۔ 'ہرے کرشنا ہرے راما' کے راگ الاپتے۔ ان کے مخصوص لباس پہنتے۔ ابتدا میں تو جوگیوں والے زعفرانی لباسوں کا چرچا تھا۔ اب عام لباس یعنی ٹی شرٹ پی کیپ ہی پر 'ہرے کرشنا' لکھا ہوتا ہے۔ اسی طرح کڑے پر لکھا ہوا بازو میں پہنا جاتا ہے۔ ایک خوبصورت، فطری آسمانی جامع دین (اسلام) کی بجائے تناسخ (روح کا کسی اور شکل میں ظہور ہوتے چلے جانا، انسان یا جانور......!) کے

دائروں میں الجھا، شرک سے لتھڑا دیومالائی کہانیوں، ذات پات کی چھوت چھات اور توہمات بھرا گنجلک بدصورت بتوں کا جھمیلا۔ اندر کی پیاس انسان کو ماورا حقیقت کی تلاش میں یوں گھاٹ گھاٹ کے گدلے پانی پلاتی ہے۔ اس کے تحت ISKCON، انٹرنیشنل سوسائٹی فار کرشنا Consciousness (ادراک)۔ یہ مذہبی تنظیم امریکا، کینیڈا اور مغربی ممالک ہی میں ہے۔ یہ کنوارے رہتے، گوشت سے پرہیز کرتے اور ہندو ’خدا‘ کرشنا کے منتر پڑھتے ہیں۔ (قدیمی ہندو فلسفے کے مطابق روح سوئی رہتی ہے۔ منتر اس پر اثر انداز ہوتے ہیں۔)

وہ ’لارڈ کرشنا‘ جو ہندو دیوتا وشنو کے آٹھویں اوتار (ولی اللہ، خدا رسیدہ، پیغمبر ہی کی طرح نعوذ باللہ) تھے اور وہ خود بھی ایک بہت بڑا خدائی کا درجہ رکھنے والا انسانیت کی رہنمائی کے لیے بھیجا گیا تھا، یہ اس کے ادراک کا اہتمام ہے۔ نیٹ جہاں بہت سی معلومات آپ کو فراہم کرتا ہے وہاں نوجوان نسل کے الجھاؤ اور تشکیک کا بھی بہت سامان ہمراہ کیے دیتا ہے، مثلاً یہ کہ کرشنا بہت سے ’مسلمان اسکالرز‘ کے نزدیک موسیٰ، عیسیٰ علیہما السلام اور محمد ﷺ کی طرح پیغمبر ہیں۔ ان کی تعلیمات بھی مسلمانوں کے لیے انہی پیغمبروں کی طرح اہم ہیں۔ مسلمان اسکالرز بالخصوص مغربی دنیا میں علماء کا قائم مقام بن چکے ہیں اور فکری گمراہی کے بہت سے سوتے اس ایک اصطلاح سے پھوٹتے ہیں!

آمد برسرِ مطلب، گلوبل ولیج اور تہذیبوں کا سمٹ کر قریب آجانا۔ اس کا نتیجہ یہ بھی ہے کہ یوگا جو ہندو، بدھ، جین مت میں عبادات کا ایک حصہ ہے۔ ان کے ہاں ’خدا‘ سے ملاقات کا ایک ذریعہ ہے بڑھ پھیل رہا ہے۔ امریکا میں 15 ملین (ڈیڑھ کروڑ لوگ) یوگا کرتے ہیں۔ سالانہ 10 ارب کپڑے لوگ یوگا کے لیے خریدتے ہیں۔ 21 جون کو اس کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ سعودی عرب سمیت گیارہ ممالک میں باضابطہ یوگا شروع کیا جارہا ہے اور اس کے لیے تعلیمی اداروں کا سہارا لیا جارہا ہے۔ بظاہر اسے وزن گھٹانے کے لیے بھی کیا جاتا ہے۔ (جو آج سست وجود ہونے، بہت زیادہ اور غلط کھانے کی بنا پر ہر کسی کا مسئلہ ہے!) اسے ذہنی اور دماغی سکون کے حصول کا ذریعہ بھی سمجھا جاتا ہے۔ یہ بھی آج کی بے خدا دنیا، مادیت سے لتھڑے بے سکون، روحانی خلا کی بنا پر بھاں بھاں کرتے بے قرار وجود کا مسئلہ ہے۔ سوریوگا چہار جانب ایک بے ضرر مشق، ورزش اور جسم و ذہن پر کنٹرول کا ذریعہ سمجھ کر اپنائی جارہی ہے۔ باوجودیکہ یہ ہندو عقیدے اور عبادت کا جزو ہے۔ (ہندو اسے ہندومت پھیلانے کے لیے محض جسمانی ورزش کہہ کر متعارف کرواتے ہیں۔) آلتی پالتی مار کر خاص ہیئت کے ساتھ سورج کی طرف منہ کر کے کی جاتی ہے۔ سورج (شرکیہ مذاہب کا دیوتا) کی طرف دھیان دینے سے جسم اور عقل کی تمام ناپاک چیزیں (ان کے عقیدے کے مطابق) خارج ہو جاتی ہیں اور ’مقدس آگ‘ کے شعلے (سورج کی تپش) انہیں توانائی بخشتے ہیں اور ناپاکی دور کر کے پاک کر دیتے ہیں۔ آج اسے سائنسی تڑکا لگا کر وٹامن ڈی کے حصول کا ذریعہ (غسل آفتابی) بتایا جاتا ہے۔ یاد رہے اکثر بیماریوں کی وجہ میں وٹامن ڈی کی کمی شامل ہے۔ سوریوگا اس کمی کو دور کرتا ہے!

زیادتی، ظلم کہاں ہو جاتا ہے؟ وہ بھی دیکھے جانے کے لائق ہے۔ یوگا (وٹامن ڈی کا حصول کرتے) شرکیہ اجزا، تشبہ بالکفار کی بنا پر جو ڈی ’اسلامائز‘ (سچے دین سے تہی دامن) کر گزرتا ہے، اس کی خبر نہیں۔ اس کے دوران اوم، اوم (Om) پکارا، الاپا جاتا ہے جو ہندومت کے ایک بت کا نام ہے۔ جب مسلمانوں کے لیے اسے حلال کرنے کو کچھ لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ وہ اوم کی جگہ اللہ کہہ لیں۔ اس پر ویشوا پریشد کے ہندو لیڈر نے سختی سے تردید کی کہ اللہ کہنا نہ صرف ہندوؤں کی بلکہ لارڈ شیوا کی توہین ہے، بلکہ ’اوم‘ اور سوریا نمسکار کہنا یوگا کا حصہ ہے۔ یاد رہے کہ عرب یوگا فاؤنڈیشن کی سربراہ نوف مروی نے بتایا کہ ملک کے کئی بڑے شہروں (بشمول مکہ اور مدینہ) میں یوگا سینٹر قائم ہو چکے ہیں۔ (چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی!)

اس مضمون کی ضرورت بھی اس لیے پیش آئی کہ یہ دیکھا گیا کہ اسلام آباد (اور دیگر بڑے شہروں) کی ایلیٹ آبادی میں فجر کی نماز کے بعد صالح طبیعت بالخصوص ریٹائرڈ حضرات، (گھٹنوں، پٹھوں کے کھچاؤ کے عوارض میں مبتلا) سادہ اور آسان ورزش جان کر مساجد سے نکل کر پارکوں، گراؤنڈوں میں ’یوگا‘ پورے اہتمام سے کر رہے ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ تذکرہ بھی ہوتا ہے کہ یہ ورزش مفت ہے! یعنی جم یا فزیوتھیراپی کی نسبت یوگا کم خرچ بالانشیں اور آسان ہے۔ مگر ہمیں اعتراض کیوں ہے؟ کلمے کا پہلا جزو تکفیر بالطاغوت ہے۔ ردِ کفر ہے۔ بھارت اپنی ڈیڑھ ارب آبادی، اسلام دشمنی اور بدترین شرک کے ساتھ بہت بڑا طاغوت ہے۔ نمازِ فجر میں مؤمنین معراج حاصل کر کے اگر سورج کے سامنے جا بیٹھیں آلتی پالتی مار کر یوگا کی مختلف مشقیں آزمائیں تو کیا ایمان پر کوئی آنچ نہ آئے گی؟ طلوع آفتاب پر اشراق تک کا توقف درکار ہے تشبہ بالکفر سے بچنے کے لیے۔ کیا ہم ہندوانہ اعتقادات و توہمات کی گمراہی میں لتھڑے یوگے کے محتاج ہیں؟ الحذر! الحذر!

عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی

اور حج اور عیدالاضحیٰ اور اُن کی اصل روح
قرآن حکیم کے آئینے میں

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کی ایک تقریر اور ایک تحریر پر مشتمل مختصر مگر جامع کتابچہ

☆ 56 صفحات ☆ قیمت (اشاعت خاص) 60 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون 35869501-03

www.maktaba.com.pk Whatsapp No. 0301-1115348

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کی علمائے کرام سے ملاقات

نعیم اختر عدنان، ناظم نشر و اشاعت، حلقہ لاہور شرقی

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے حلقہ لاہور شرقی کے سالانہ دورے کے موقع پر 3 جون بروز ہفتہ بعد از نمازِ مغرب مرکز حلقہ لاہور شرقی گڑھی شاہو میں علمائے کرام سے ملاقات کا اہتمام کیا گیا۔ امیر تنظیم کے ساتھ اس موقع پر ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر عطاء الرحمن عارف اور نائب ناظم اعلیٰ شرقی پاکستان محترم پرویز اقبال صاحب بھی موجود تھے۔ امیر تنظیم نے اپنے افتتاحی کلمات میں علمائے کرام کی تشریف آوری کا خیر مقدم کیا اور فرمایا کہ آج کی ملاقات میں کچھ حضرات سے گزشتہ سال بھی اسی مقام پر ملاقات ہوئی تھی جبکہ دیگر علمائے کرام سے پہلی مرتبہ شرف ملاقات حاصل ہو رہا ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ تنظیم اسلامی کے ملک گیر دورہ جات کے موقع پر علاقے کے علمائے کرام اور دینی شخصیات سے ملاقات کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ان ملاقاتوں کے ذریعے تنظیم اسلامی کے بنیادی فکر اور لائحہ عمل کی درست تصویر پیش کرنے کا موقع ملتا ہے جس سے غلط فہمیوں کے ازالہ و تصحیح کا موقع میسر آتا ہے۔ شرکاء کے مختصر تعارف کے بعد امیر تنظیم نے مختصر گفتگو فرمائی۔ اُنہوں نے بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور سابقہ امیر تنظیم محترم حافظ عاکف سعید کے ادوارِ امارت میں علمائے کرام سے ربط و ضبط کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تنظیم اسلامی چونکہ دین کی اقامت کے لیے کوشاں ہے لہٰذا ہم اس حوالے سے علمائے کرام سے راہنمائی بھی طلب کرتے ہیں اور اگر ہمارے کام کے حوالے سے اُن کی طرف سے کوئی تنقید برائے اصلاح کا معاملہ ہو تو اُس کا بھی خندہ پیشانی سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ حدیث نبوی ﷺ کے مطابق علمائے کرام انبیاء کرام ؑ کے وارث ہیں۔ معاشرے میں علمائے اسلام کی خدمات نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔

امیر تنظیم نے آپس کے اتحاد و اتفاق کی اہمیت و ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ اختلافی معاملات اور مسائل کو علمی محافل کی حد تک محدود رکھا جائے۔ عوام میں صرف مشترکات پر بات کی جائے اور باہمی تعاون و توافق کی فضاء پیدا کی جائے۔ اس وقت عصری علوم کے اداروں میں اللہ کے انکار پر مبنی افکار و نظریات تیزی سے فروغ پا رہے ہیں۔ ان تمام فتنوں کے سد باب کے لیے مشترکہ لائحہ عمل اور اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہے۔ امیر تنظیم نے علمائے کرام کو خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کے فضل و احسان سے کراچی کے ایک ادارے ”علم فاؤنڈیشن“ اور دیگر دینی شخصیات کی پُرخلوص اور مسلسل کاوشوں سے پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے نمائندہ علمائے کرام کی کمیٹی کی تائید و توثیق سے ایک متفقہ ترجمۂ قرآن مرتب ہو کر شائع ہو چکا ہے اور الحمدللہ صوبہ پنجاب اور صوبہ خیبر پختونخوا میں یہ قرآنی نصاب باقاعدہ تعلیمی نصاب کا حصہ بن چکا ہے۔ صوبہ بلوچستان میں بھی عنقریب اس حوالے سے پیش رفت کی اُمید ہے البتہ صوبہ سندھ میں اس حوالے سے کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ آپ حضرات دُعا فرمائیں کہ پورے ملک میں یہ متفقہ ترجمہ تعلیمی نصاب کا لازمی حصہ قرار پائے جس سے ان شاء اللہ قوم کے ساڑھے پانچ کروڑ بچے استفادہ کریں گے۔ ماضی میں نفاذِ شریعت کے حوالے سے تمام مسالک کے 31 علمائے کرام کے 22 نکات پر اتفاق کے بعد اس ترجمۂ قرآن پر اتفاق بھی ایک بہت بڑی پیش رفت ہے۔ پاکستان میں دین کے قیام کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے امیر تنظیم نے فرمایا کہ بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے پاکستان میں نفاذِ اسلام کے لیے پُرامن، منظم اور غیر مسلح دینی تحریک چلانے کی ضرورت پر زور دیا ہے اور کسی بڑے ”منکر“ کی بنیاد پر منظم اور پُرامن احتجاجی تحریک چلانے کی فکر پیش کی ہے۔ وفاقی شرعی عدالت میں سود کی حرمت کے حوالے سے تنظیم اسلامی اور جماعت اسلامی کی مشترکہ جدوجہد رہی ہے۔ اسی طرح ٹرانسجینڈر ایکٹ کے خلاف جماعت اسلامی، تنظیم اسلامی اور جمعیت علمائے اسلام نے عدالتی اور قانونی محاذ پر مشترکہ کوشش کی ہے۔

امیر تنظیم کی گفتگو کے بعد امیر تنظیم نے علمائے کرام سے گزارش کی کہ وہ اس حوالے سے اپنے تاثرات و تجاویز پیش فرمائیں۔ شرکائے محفل نے اس نشست کے حوالے سے بہت حوصلہ افزاء اور مثبت تاثرات پیش کیے۔ کچھ حضرات کی طرف سے یہ تجویز آئی کہ اس طرح کی نشستوں کا انعقاد وقتاً فوقتاً ہوتے رہنا چاہیے۔ اس سے اتفاق و اتحاد کی فضاء پیدا ہوگی اور مختلف مسالک کے علمائے کرام کے آپس میں ربط و تعلق اور اُلفت و محبت میں بھی اضافہ ہوگا۔ ایک تجویز یہ بھی پیش کی گئی کہ محفل میں موجود علمائے کرام کا ایک واٹس ایپ گروپ بنایا جائے تاکہ آپس میں رابطے میں سہولت ہو۔ علمائے کرام نے تنظیم اسلامی کی جانب سے دینی شخصیات اور علمائے کرام سے تعاون و تعلق کی کوششوں کی تحسین فرمائی۔ اس محفل میں مختلف مسالک اور دینی تحریکات کے تقریباً 25 علمائے کرام نے شرکت فرمائی۔ نمازِ عشاء کے بعد شرکاء کے لیے عشائیے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ عشائیے کے بعد امیر تنظیم نے تمام مہمانوں کو بانی تنظیم کی دو کتب (منہج انقلاب نبوی ﷺ اور منتخبات بیان القرآن) کے تحائف پیش کرتے ہوئے رخصت کیا۔ اللہ تعالیٰ اس خوشگوار ملاقات سے خوشگوار نتائج برآمد فرمائے۔ آمین!

ضرورت رشتہ

☆ بیٹی، عمر 34 سال، تعلیم ایم فل کنیئرڈ کالج، قد "4.'5، رنگ فیئر، سلیقہ شعار، صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل شریف فیملی سے پڑھے لکھے برسرروزگار بیٹے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0336-0033133

☆ لاہور میں رہائش پذیر ایک شخص، عمر 47 سال، تعلیم ایم فل اسلامیات، ٹیچر، کو عقد ثانی کے لیے دینی مزاج کی حامل خاتون کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0309-4904951

0321-4020701

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

Enjoining good and forbidding evil is a responsibility on every believer; rulers and subjects, men and women, each according to his or her ability.

6-...and bear with patience whatever befalls you... *(Quran 31:17)*

Luqman advises his son to pray perfectly, enjoin good and forbid evil and then recommends patience when dealing with people for this purpose and in all matters. Remembering Allah *(SWT)* and contemplating His greatness is the key to patience, and patience is a key to Paradise everlasting, therefore this was a wise advice indeed.

7-...And turn not your face away from men with pride... *(Quran 31:18)*

Try not to act as if you are better than everybody else. Humility is a much desirable quality for any believer to aspire to. Humility can guide us to Paradise, just as its opposite, arrogance, can lead us into Hell.Satan's arrogance or lack of humility caused not only his expulsion from Paradise but condemned him and his followers to Hell. Prophet Muhammad *(SAAW)* did not behave towards others as if he was better than they, nor did he spurn manual work.One of his companions reported that Prophet Muhammad *(SAAW)* worked happily with servants or workers.

8-...nor walk in insolence through the earth. Verily, Allah likes not any arrogant boaster.

(Quran 31:18)

Walking with insolence through the land is another form of arrogance. It is as if Luqman wanted to emphasize the importance of humility. All people are equal in the eyes of Allah *(SWT)*; the only thing that sets them apart is piety. Prophet Muhammad *(SAAW)*, his companions and the early generations of Muslims understood the concept of humility.

9-...And be moderate (or show no insolence) in your walking... *(Quran 31:19)*

A native American proverb tells us that "we will be known by the tracks we leave". Luqman is advising his son to walk gently on this earth and not to crash into situations with heavy boots. He is advising that patience and humility should be a person's normal, or as we say these days, default demeanor. Believers should be known for the humility, gentleness and mercy in their behavior.

10-...and lower your voice. Verily, the harshest of all voices is the braying of the donkeys.

(Quran 31:19)

And finally, Luqman advises his son to lower his voice. Being loud and harsh, he says, makes one's voice sound like the braying of donkeys. Shouting does not win hearts, it offends and alienates people.

Luqman the wise counsels his son with 10 pieces of advice. It is important to note that Luqman begins with the most important lesson; belief in One Allah *(SWT)*. He also makes clear that joining others in worship with Allah *(SWT)* is the only unforgivable sin.

Next, after laying the foundations of faith, Luqman reminds his son of the essential values a believer must strive to acquire, while simultaneously shunning pride and arrogance.

When parents can convey these 10 pieces of advice to their children they are laying the foundations for a happy life. If children can model this behavior as demonstrated by their parents and caregivers it is even better.

Courtesy: ***https://aboutislam.net/***
[Reproduced]

ادارہ ''ندائے خلافت''
کی جانب سے قارئین کو
عیدالاضحیٰ مبارک ہو!
قارئین نوٹ فرمالیں کہ تعطیلات کی وجہ سے ادارہ کے دفاتر بند رہیں گے۔
بنابریں ''ندائے خلافت'' کا اگلا شمارہ عید کے بعد شائع ہوگا۔

Luqman the Wise counsels his son with 10 pieces of advice.

Aisha Stacey

The wise man, known as Luqman, gave 10 pieces of advice to his son. Advice that is applicable now and can be followed and used by any parent wanting to raise a child in the light of Islam.

It is said that if all parents implemented Luqman's advice then there would be no need to worry about the fate of the children in the Hereafter because they have been shown the path that leads to Paradise.

In the few short verses of the Quran that contain Luqman's advice to his son is the key to success in this life and on the Day of Judgment.

1-...O my son! Join not in worship others with Allah.Verily! Joining others in worship with Allah is a great wrong indeed. *(Quran 31:13)*

Luqman calls his son "my son" rather than by name so as to emphasis the familial bond. He catches his attention encouraging him to listen carefully to what he is about to say. He then calls his son's attention to what is the most important thing in the eyes of Allah *(SWT)*.

The one who associates others with Allah *(SWT)*, he says, does the biggest wrong or injustice to the Creator and Sustainer of the universe. That person also does a great wrong to himself because he offers himself up to the possibility of Allah's*(SWT)*anger and an eternal punishment.

2-...And we have enjoined on man to be dutiful and good to his parents...*(Quran 31:14)*

In the Quran,Allah *(SWT)* mentions the rights of parents in the same sentence as the most important aspect of Islam, worshiping Allah *(SWT)* alone. This indicates that being kind to parents, honoring and respecting them, is extremely important in the way of life that is Islam.

In the following part of Chapter Luqman, 31:14, Allah *(SWT)* clarifies the difficulties mothers in particular go through raising their children and demands that the child gives thanks to his parents. Allah *(SWT)* reminds us then that it is to Him that we will return so our first allegiance is to Allah *(SWT)* alone, followed by devotion and kindness to our parents.

3-...O my son! If it be (anything) equal to the weight of a grain of mustard seed, and though it be in a rock, or in the heavens or in the earth, Allah will bring it forth... *(Quran 31:16)*

Luqman then advises his son to remember the might and power that belongs to Allah *(SWT)*. Allah's*(SWT)* knowledge is perfect, anything that happens or will happen in this world is already known by Allah *(SWT)*.

Allah's*(SWT)* might is absolute and should not be questioned, challenged or ignored by anyone.

4-...O my son! Offer prayer perfectly...

(Quran31:17)

Luqman advises his son to pray regularly and in the right time frame. All parents should teach their children not only how to pray but why we pray and its importance. The Arabic word for prayer is salah and the word denotes connection.Prayer is our way of connecting with and maintaining a connection with Allah *(SWT)*.Prayer at fixed times serves as a reminder of why we are here and helps to direct thoughts and actions away from sin and onto the remembrance of Allah *(SWT)*.

5-...enjoin on people all that is good and forbid them from all that is evil... *(Quran 31:17)*

گوشۂ انسدادِ سود

پاکستان میں سود کے خلاف ہونے والی کوششوں کی مختصر تاریخ

☆ 1948ء میں اسٹیٹ بینک کی عمارت کے افتتاح کے موقع پر قائداعظمؒ نے فرمایا: ”ہمیں مساوات اور معاشرتی انصاف کے حقیقی اسلامی تصور پر مبنی ایک معاشی نظام دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوگا“

☆ 1956ء اور 1962ء کے آئین میں ربا کے خاتمے کی شق شامل کی گئی۔

☆ 1969ء اسلامی مشاورتی کونسل نے ملک میں رائج نظامِ بنکاری کے تحت جاری کیے جانے والے قرضوں اور سکیموں کو سودی قرار دیا۔

☆ 1973ء دستور پاکستان کی دفعہ 38F میں طے کیا گیا کہ سود کو جلد از جلد ختم کرنا ریاست کی منصبی ذمہ داری ہے۔

☆ 1977ء اسلامی نظریاتی کونسل کو غیر سودی معیشت کے قیام کے لیے سفارشات مرتب کرنے کا کام تفویض کیا گیا۔ 1980ء میں کونسل نے اپنی حتمی رپورٹ شائع کی۔

☆ 1991ء وفاقی شرعی عدالت نے bank interest کو ربا یعنی سود قرار دیا۔

☆ 1992ء میں حکومت نے سپریم کورٹ میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کی جس کی 1999ء تک سماعت نہ ہو سکی۔

☆ 1997ء میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کوششوں سے مسلم لیگ حکومت نے ایک اور کمیشن قائم کیا اور اس نے بھی اپنی رپورٹ پیش کر دی۔

☆ 1999ء سپریم کورٹ نے وفاقی شرعی عدالت کے 1991ء کے فیصلے کو درست قرار دیا اور سودی قوانین کے خاتمے کے لیے جون 2001ء کی تاریخ مقرر کر دی۔

☆ جون 2002ء میں سپریم کورٹ کے نئے شریعت اپیلٹ بینچ نے سابقہ دونوں فیصلوں کو کالعدم قرار دے دیا اور معاملہ از سرِ نو جائزے کے لیے واپس فیڈرل شریعت کورٹ کو ریمانڈ کر دیا۔

☆ 2013ء میں گیارہ برس بعد وفاقی شرعی عدالت میں ریمانڈ شدہ کیس سماعت کے لیے مقرر (fix) کیا گیا مگر متعدد سماعتوں کے باوجود کورٹ نے فیصلہ نہیں دیا۔ بینچ بنتے رہے اور ٹوٹتے رہے۔ ہر بار سماعت گویا از سرِ نو شروع کی جاتی رہی۔

☆ 2015ء میں آئین کی دفعہ (3)184 کے تحت سابقہ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کی طرف سے سپریم کورٹ میں سود کے خاتمے کے لیے ایک پٹیشن جمع کروائی گئی۔ اس پٹیشن کو خارج کر دیا گیا کہ سود کا معاملہ وفاقی شرعی عدالت میں زیرِ سماعت ہے۔

☆ 2019ء میں کورٹ کے دائرہ کار پر بحث کے دوران اُس وقت کے اٹارنی جنرل نے یہ موقف اختیار کیا کہ اس کیس کے حوالے سے وفاقی حکومت وفاقی شرعی عدالت کی jurisdiction کو چیلنج نہیں کرتی۔

☆ فروری 2021ء میں اٹارنی جنرل نے یہ موقف اختیار کیا کہ وفاقی حکومت وفاقی شرعی عدالت کی jurisdiction کو تسلیم نہیں کرتی۔

☆ 29 اپریل 2022ء کو وفاقی شرعی عدالت نے نہ صرف بنک انٹرسٹ کو ربا قرار دے دیا بلکہ مختلف اہداف کو سامنے رکھتے ہوئے تین ٹائم فریم بھی دیے ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔

(i) دس قوانین ایسے ہیں جن کے بارے میں عدالت نے فیصلہ دیا ہے کہ وہ یکم جون 2022ء کو ختم ہو جائیں گے۔

(ii) سود کو تحفظ دینے والے تقریباً 26 قوانین کی جگہ نئے قوانین بنانے کے لیے 31 دسمبر 2022ء تک کی ڈیڈ لائن دی ہے۔

(iii) 31 دسمبر 2027ء تک پورے سودی نظام کو مکمل طور پر غیر سودی نظام (اسلام کا عادلانہ نظامِ معیشت) میں تبدیل کرنا ہے۔

☆ علاوہ ازیں وفاقی شرعی عدالت نے آئین کی شق 3-29 کے مطابق نئے قوانین کو مؤثر بنانے کے لیے حکومت کو یہ بھی ہدایت کی ہے کہ ہر سال باقاعدہ پراگریس رپورٹ قومی اسمبلی اور سینٹ میں پیش کی جائے تاکہ ہر سال پیش رفت سامنے آتی رہے۔

☆ اس طرح تقریباً 30 سال قبل 1991 سے سود کے خلاف جو کوششیں شروع ہوئی تھی الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بار آور کر دیا۔ البتہ ہماری جدوجہد ابھی ختم نہیں ہوئی۔ شر کی علمبردار قوتیں یقیناً اس فیصلے کے نفاذ میں رکاوٹیں کھڑی کریں گی۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ ہم ان کی کوششوں کو کامیاب نہ ہونے دیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین

انسدادِ سود کی کوششوں کی مزید تفصیل کے لیے www.giveupriba.com ملاحظہ کیجیے

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 419 دن گزر چکے!

بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

تنظیمِ اسلامی

www.tanzeem.org

امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ

Vol: 32 Regd. No. C.P.L NO.114 No.24

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore